سکندر عثمان اور طیبہ اب وہاں اکیلے رہتے تھے.... طیبہ وقتاً "فوقتاً" اپنے سب بیٹوں کے پاس دوسرے ملکوں میں آتی جاتی رہتی تھیں، لیکن ان کا زیادہ تر وقت اسلام آباد میں ہی گزرتا تھا.... امامہ اور اس کے بچوں نے سکندر عثمان اور ان کی روٹین کی زندگی کو اسی طرح توڑا تھا جیسے ان کے باقی بچوں کا اپنی فیملیز کے ساتھ آنا توڑتا تھا۔

سالار پاکستان امامہ کے ساتھ آیا تھا۔ ان کی فلائٹ اسلام آباد ہی کی تھی۔ دو تین دن امامہ اس کے ساتھ وہاں رہتی پھر اس کے ساتھ لاہور چلی جاتی اور پھر وہاں سعیدہ اماں اور ڈاکٹر سبط علی کے پاس کچھ دن گزار کر واپس اسلام آباد آجاتی اور پھر وہیں سے واپس کانگو چلا جاتا تھا اسے....

وہ وہاں ان کی آمد کا دوسرا دن تھا جب سالار نے اسے امریکہ میں اپنے کسی پرانے دوست کے بارے میں بتایا تھا جو اب اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان میں مقیم تھا اور سالار سکندر سے ملنا چاہتا تھا اسے مبارک باد دینے کے لیے... سالار اپنے پرسنل وزٹ پر تھا لیکن اس ایک ہفتے میں بھی اسے مسلسل بہت سے سرکاری عہدے داران اور احباب سے ملنا تھا جو اس کو ورلڈ بینک کی نائب صدارت سنبھالنے پر ابھی تک ذاتی طور پر مل کر ـــ مبارکباد نہیں دے سکے تھے۔

کئی سالوں بعد سعد اپنی فیملی کے ساتھ سالار سے ملنے اس کے گھر آیا تھا اور سالار فوری طور پر اسے پہچان ہی نہیں سکا تھا.... وہ مکمل طور پر باریش تھا۔ اور اس کی داڑھی اسی فی صد سفید ہو چکی تھی جسے رنگنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ وہ بے حد مہنگے برانڈڈ شلوار قمیض میں ملبوس تھا لیکن شلوار اس کے ٹخنوں سے اوپر تھی.... وہ فربہی مائل تھا اور اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ کھانے پینے کا شوقین تھا اور ایکسرسائز سے اسے دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ نقاب لیے ہوئے اس کی بیوی، ایک آٹھ سالہ بچہ اور دو چھوٹی بچیاں تھیں۔

وہ اور اس کی بیوی سالار اور امامہ سے بڑی گرم جوشی سے ملے تھے۔ امامہ جانتی تھی سعد سالار کے شناساؤں میں سے تھا، قریبی دوستوں میں سے نہیں، لیکن اس کے باوجود سعد اپنی گپ شپ اور بلند و بانگ قہقہوں کے دوران سالار کے اس کے ساتھ امریکہ میں گزرے ہوئے وقت کے بارے میں ایسے ایسے قصے نکال کر سناتا رہا جیسے وہ اور سالار بہترین اور بے حد گہرے دوست رہے تھے.... یار غار قسم کے دوست۔

"مجھے تو ہمیشہ سے ہی اندازہ تھا کہ سالار بڑی ترقی کرنے والا تھا بس ذرا قبلہ خراب تھا اس کا.... وہ میں کھینچ کھینچ کر ٹھیک کرتا رہتا تھا۔"

چائے پینے کے دوران اس نے امامہ پر جیسے ایک انکشاف کیا۔ سالار اور امامہ نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا کر رہ گئے۔

"اور اب دیکھیں بھابھی! کیسا بدلا ہے؟ میری کوششیں کیسا رنگ لائی ہیں۔" سعد کہہ رہا تھا سالار نے اپنا کپ رکھتے ہوئے اسی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن تم بالکل نہیں بدلے.... میری کوششیں کوئی رنگ نہیں لا سکیں اس کا مجھے بڑا افسوس ہے۔" سالار نے جتانے والے انداز میں کہا۔ سعد نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

"ارے ہم پر کہاں کسی کا رنگ چڑھنا تھا۔ ہم پر تو اپنا ہی رنگ بڑا پکا تھا۔ بھابھی یہ آپ کا شوہر نائٹ کلبز اور ڈسکوز کا بڑا شوقین تھا.... مجھے بھی کھینچ کھینچ کر لے جانے کی کوشش کرتا رہتا تھا.... نت نئی لڑکیوں سے دوستی تھی اس کی.... بڑی رنگین زندگی گزاری ہے اس نے۔"

سالار نے سعد کے بارے میں ٹھیک کہا تھا، وہ نہیں بدلا تھا.... بیشتر لوگ خود کو بہترین مسلمان ثابت کرنے کے لیے دوسروں کے ہر عیب اور خامی کو دکھانے اور جتانے کی وبا میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کا اسلام انہیں صرف مقابلہ اور موازنہ سکھاتا ہے.... پردہ پوشی نہیں.... وہ کسی انسان کے حال اور کامیابیوں پر اسے مبارک باد تو دے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سکتے ہیں اس پر رشک بھی کر سکتے ہیں۔ اسے اپنا دوست کہنے پر فخر بھی کر سکتے ہیں لیکن اس کے ماضی کے سابقوں اور لاحقوں کو بھلائے بغیر۔۔۔ دل آزاری اور دل شکنی ان کے اسلامی گناہوں کی فہرست میں شامل نہیں ہوتے۔۔۔ سعد بھی یہی کر رہا تھا۔۔۔ وہ اپنی بیوی کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کتنے "نیک" شخص کی بیوی تھی جو دنیاوی کامیابیوں میں سالار سکندر سے پیچھے ہو سکتا تھا لیکن مومن تھا اور روحانی' دینی اور اخلاقی اعتبار سے اس سے بے حد بہتر تھا۔

احساس کمتری کی یہ ایک بے حد بھیانک شکل ہوتی ہے' جس میں کوئی شخص یہ بھی طے نہیں کر پاتا کہ اسے دوست کے ساتھ دوستی کرنی ہے یا دشمنی۔

سعد اب اپنے انکشاف سے جیسے خود ہی محظوظ ہوتے ہوئے اپنی پلیٹ میں ایک نیا کباب لیتے ہوئے ہنس رہا تھا امامہ کا چہرہ پھیکا پڑا تھا۔۔۔ بہت سے انکشافات کسی کے لیے بھی بے تاثر اور بے اثر نہیں ہو سکتے۔ وہ بھی جب کوئی انکشاف اس طرح کھلے عام اتنے توہین آمیز انداز میں کیا گیا ہو۔

"بھابھی! بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے سعد۔۔۔ میری کافی رنگ برنگی لڑکیوں سے دوستی تھی لیکن سعد کو صرف ایک ہی رنگ کی لڑکی پسند تھی اور میں ذرا شوقین مزاج تھا۔۔۔ ڈسکوز اور نائٹ کلبز آتا جاتا رہتا تھا ان لڑکیوں کے ساتھ۔ لیکن سعد ظاہر ہے میرے جیسا شوقین مزاج نہیں تھا' اس لیے وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گھر پر ہی رہنا پسند کرتا تھا۔"

کباب تو سعد نے پلیٹ میں رکھ لیا تھا لیکن پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے ہی بچی تھی۔ سالار سکندر نے کئی سالوں کے بعد ایسی کم ظرفی اور بے لحاظی کا مظاہرہ کیا تھا جو اس کا ایک زمانے میں شناختی نشان تھا اور اسے سعد کے تین کم سن بچوں اور بیوی کے سامنے اس گھٹیا پن کا مظاہرہ کرنے پر خوشی نہیں ہوئی تھی لیکن سعد کے کسی اور ممکنہ تمغۂ امتیاز کو اپنے سینے پر سجانے سے روکنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی حفاظتی اقدام کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔

"کیا نام تھا اس کا۔۔۔ ہاں اسٹیفنی۔۔۔ اب تو علیک سلیک ہی رہ گئی ہو گی یا وہ بھی نہیں ہے؟" اس کی یادداشت سفاکانہ حد تک تیز تھی اور اس وقت اس نے سعد کا قتل ہی کر دیا تھا۔۔۔ سعد کا اندر کا سانس اندر اور باہر کا باہر رہ گیا تھا۔ سالار یک دم اس طرح گفتگو کرنے لگا تھا جیسے وہ کسی بار یا پارک میں اکیلے بیٹھے تھے اور ان کے آس پاس کسی دوسرے شخص کا کوئی وجود نہیں تھا۔۔۔ اس سب کی ابتدا سعد نے کی تھی لیکن انتہا اب سالار کر رہا تھا۔ سعد جواب کیا دیتا' اس کا تو سانس لینا بھی محال ہو گیا تھا۔

امامہ اس کی بیوی کے تاثرات دیکھ نہیں پائی تھی۔ اس کے چہرے پر نقاب تھا لیکن اس کی آنکھیں یہ بتانے کے لیے کافی تھیں کہ وہ سالار کے انکشافات سے خوش نہیں ہوئی تھی۔ خود امامہ کو بھی سالار کا یہ جوابی وار کچھ زیادہ نہیں بھایا تھا۔

"بھابھی! آپ کچھ لیں۔" اس نے صورت حال کو سنبھالنے کی بروقت کوشش کرتے ہوئے سعد کی بیوی' عالیہ کی توجہ اس گفتگو سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں' بچے اور یہ لے رہے ہیں بس' کافی ہے۔ ہم کچھ دیر پہلے ہی کسی لنچ سے آئے ہیں تو مجھے بالکل طلب نہیں ہے۔"

امامہ کو عالیہ کا لہجہ بے حد کھردرا لگا تھا۔ وہ سعد کی طرح باتونی نہیں تھی یا پھر شاید سالار کے وہاں بیٹھے ہونے کی وجہ سے اور سعد کے اس سے مسلسل باتیں کرتے رہنے کی وجہ سے اسے زیادہ بولنے کا موقع نہیں مل پا رہا تھا۔

"آپ تو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتیں نا؟" کیا سوال تھا جو سعد کی بیوی کی زبان سے امامہ کے لیے نکلا تھا۔۔۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کمرے میں یک دم خاموشی نہیں، سکتہ چھایا تھا۔ وہ تجسس نہیں تھا، جوابی وار تھا۔۔۔ سعد سے نہیں آیا تھا اس بار اس کی بیوی سے آیا تھا۔

"نہیں الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔" چائے کا کپ ہونٹوں سے ہٹا کر امامہ نے بے حد مشکل سے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ بعض لاحقے کبھی سابقے نہیں بنتے۔۔۔ وہ بھی ایک ایسا ہی حصہ تھا اس کی زندگی کا۔۔۔ جس کا تعارف اس کا رنگ پھیکا کرنے کے لیے کافی ہوتا تھا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ مجھے انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا۔" وہ اسی بے نیازی سے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔ "تو بھابھی! آپ پھر کوئی ادارہ جوائن کریں نا۔۔۔ آپ کو تو بہت زیادہ اصلاح اور علم کی ضرورت ہوگی۔ جب تک آپ پاکستان میں ہیں، آپ میرے ساتھ ایک مدرسے میں چلیں۔ وہاں درس قرآن بھی ہوتا ہے اور آپ کی روحانی اور اخلاقی تربیت۔۔۔"

"آپ کا بہت شکریہ لیکن مجھے اسلام قبول کیے اور قادیانیت چھوڑے سولہ، سترہ سال ہو چکے ہیں اور میں ایک حافظ قرآن کی بیوی ہوں۔" امامہ نے اس کی بات بڑی نرمی سے کاٹی تھی۔

"وہ تو میں بھی ہوں۔" عالیہ نے اسی انداز میں کہا "لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"آپ کو نہیں پڑا ہوگا مجھے پڑا ہے۔"

"بھابھی! آپ کو اس حوالے سے جب بھی ہماری مدد کی ضرورت پڑے ہم حاضر ہیں۔ اب میل جول تو ہوتا ہی رہے گا۔۔۔ میں ان شاء اللہ اس سال وقت نکال کر تبلیغ کے لیے کچھ دنوں کے لیے کانگو بھی آؤں گا تو آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ویسے بھی اچھا رہے گا اگر ہمارے بچے آپس میں ملتے جلتے رہیں۔" سعد نے اپنی طرف سے بروقت موقع پر مداخلت کرتے ہوئے گفتگو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

"جی بھابھی! ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ۔ ہمارے بچوں کو آپس میں ملتے رہنا چاہیے اور ہمیں بھی۔۔۔ بہت سی چیزوں میں آپ کو اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہوئے ہماری رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔" عالیہ نے اپنے شوہر کی گفتگو کو مکمل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آئی تو میں اور امامہ ضرور آپ سے رہنمائی لینے کی کوشش کریں گے لیکن فی الحال مجھے لگتا ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں پڑ رہی۔"

اس بار سالار نے اس گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے جیسے ایک فل اسٹاپ لگانے کی کوشش کی تھی۔

"یار! بچے کہاں ہیں تمہارے؟ تم ان سے تو ملواتے ہمیں چاہ رہا تھا احسن اور جبریل بھی آپس میں متعارف ہو جاتے۔"

سعد، سالار کو کم از کم اس حد تک ضرور جانتا تھا کہ وہ اس کے لہجے کی بے رخی اور بے اعتنائی کو پہچان لیتا اور وہ اس نے پہچان لی تھی اور ایک بار پھر اس نے بات بدل کر ماحول کو خوشگوار کرنے کی کوشش کی تھی۔

"جی جی ضرور، بچے ابھی لا ہی رہا ہوگا ملازم۔ باہر لان میں کھیل رہے تھے۔۔۔" امامہ نے سعد کی اس کوشش کو کامیاب کرنے میں ساتھ دیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہاں کوئی اور بات ہوتی۔ ملازم کے ساتھ عنایہ اور جبریل کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ سعد نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کو پیار کیا تھا پھر جبریل اور احسن کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا۔۔۔ چار ساڑھے چار کا جبریل اور سات آٹھ سال کے احسن سعد کی وہ پہلی ملاقات تھی لیکن وہ آخری ملاقات نہیں تھی۔۔۔

وہ دونوں ایک جیسے تھے۔ مزاجاً "کم گو۔۔۔ ریزرو ڈ بہت تمیزدار۔۔۔ جبریل احسن سے عمر میں بہت چھوٹا ہونے کے باوجود اچھا قد کاٹھ رکھتا تھا اور دیکھنے میں ان کے درمیان عمر کا فرق اتنا نمایاں نہیں تھا۔۔۔ چھ سالہ آسیہ اور چار سالہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مروہ احسن کی نسبت اتنی ریزرو ڈ نہیں تھیں۔
وہ لوگ آدھ گھنٹہ اور بیٹھے تھے اور پھر انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر چلے گئے تھے۔ وہ ایک یادگار اور خوشگوار ملاقات نہیں تھی لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ان کی ہر ملاقات ایسا ہی تاثر لیے ہوئے رہنے والی تھی۔

سعد اور عالیہ کے جانے کے بعد سالار اور امامہ نے اس ملاقات کے دوران ہونے والے انکشافات کو دہرایا تھا نہ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ ان کا خیال تھا وہ ان کی زندگی میں صرف شناساؤں کی کٹیگری میں رہنے والے لوگ تھے۔ ان کا حلقہ احباب بننے والے نہیں تھے۔۔۔ انہیں اس وقت یہ اندازہ بالکل نہیں ہوا تھا کہ وہ دونوں خاندان ایک عجیب و غریب رشتے میں جڑنے والے تھے۔

☼ ☼ ☼

سالار ایک ہفتے کے بعد واپس کانگو چلا گیا تھا اور امامہ اسلام آباد سے لاہور' سالار کے ساتھ آئی تھی پھر وہیں اگلے دو ہفتے رہی تھی۔ کچھ دن ڈاکٹر سبط علی کے پاس اور کچھ دن سعیدہ اماں کے پاس۔۔۔ جو ان ہی دنوں پاکستان آئی ہوئی تھیں۔
وہاں سے واپس اسلام آباد آنے پر امامہ اور بچوں کو سکندر عثمان اور طیبہ کے ساتھ بہت سا وقت گزارنے کو ملا تھا اور اس کے واپس جانے میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا' جب سکندر عثمان نے بڑے غور و خوض کے بعد اس کو ہاشم مبین کے بارے میں بتایا تھا۔
"وہ کئی دفعہ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ تمہارا نمبر لینے کے لیے۔۔۔ یا تمہارا ایڈریس لینے کے لیے لیکن میں اتنی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا تھا کہ تمہارا اور ان کا رابطہ کرواتا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا تم پھر پریشان ہو۔۔۔"
سکندر عثمان اسی سے کہہ رہے تھے۔
"لیکن مجھے لگا میں بہت زیادتی کروں گا تمہارے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی۔۔۔ اگر میں ان کی یہ خواہش پوری نہ کروں۔"
وہ بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی "وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"
"یہ سوال انسان ماں باپ سے نہیں پوچھتا۔" سکندر عثمان نے دھیمے لہجے میں اس سے کہا تھا۔ اس کے حلق میں جیسے پھندا لگا تھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہے تھے یہ سوال انسان ماں باپ سے نہیں پوچھتا لیکن اسے تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ اس کے ماں باپ بھی ہیں۔۔۔ زندگی کے سولہ سترہ سال اس نے ان کے بغیر گزارے تھے۔۔۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی۔۔۔ وہ آج بھی ان سے محبت کرتی تھی۔ آج بھی ان کے بارے میں جذباتی تھی۔ لیکن پچھلے کچھ سالوں نے سب بدل دیا تھا۔۔۔ وسیم کی موت نے۔۔۔ جبریل اور عنایہ اور رحمین نے۔۔۔ اور سالار نے۔
"اب ملنے کا فائدہ نہیں ہے۔"
اس نے سر جھکا کر سکندر عثمان سے کہا اور اسے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ ان سے ملنے سے انکار کر رہی تھی۔ وہ تو صرف اپنے خاندان سے ملنے کے لیے منتیں ہی کرتی رہی تھی۔ انکار تو ہمیشہ دوسری طرف سے ہوتا تھا۔۔۔ آج پہلی دفعہ وہ انکار کر رہی تھی۔۔۔ کچھ نہ کچھ بدلا تھا امامہ میں۔۔۔ یا پھر سب کچھ ہی بدل گیا تھا۔
"ماں باپ کے بارے میں ہم فائدے اور نقصان بھی نہیں سوچتے۔۔۔ صرف حق اور فرض سوچتے ہیں۔"
سکندر عثمان نے ایک بار پھر بڑی رسانیت سے اس سے کہا تھا۔ انہوں نے اس بار بھی ٹھیک کہا تھا۔ سر جھکائے وہ اپنی گود میں رکھے ہاتھوں پر جیسے ماضی کو ایک فلم کے فلیش بیک کی طرح گزرتے دیکھ رہی تھی۔۔۔ اور وہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ فلم اتنی بار دیکھ چکی تھی کہ اب وہ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی' وہ اپنی یادداشت کے اس حصے کو ہی جیسے کاٹ کر خود سے الگ کر دینا چاہتی تھی۔

"پاپا میں اب اس معلق پل پر نہیں جھول سکتی۔ میرے بچے ہیں اب میں اپنی ذہنی الجھنیں ان تک منتقل نہیں کرنا چاہتی۔ میں بہت خوش اور پرسکون ہوں اپنی زندگی میں.... بس ایسے ہی رہنا چاہتی ہوں.... کسی لعنت ملامت کا بوجھ میں نہیں اٹھا سکتی اب.... کسی معافی تلافی کی بھی ضرورت نہیں رہی ہے اب.... جو گزر گیا۔ بس گزر گیا۔ میں واپس پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہتی۔"

وہ سکندر عثمان سے کہہ رہی تھی اور اسے اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں کب برسنا شروع ہوئی تھیں۔

"امامہ! وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔" وہ جامد ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کیا رد عمل دے' خوش ہو؟ وہ خوش تھی.... رو پڑے؟ وہ پہلے ہی رو رہی تھی۔ اللہ کا شکر ادا کرے؟ وہ ہمیشہ کرتی رہتی تھی۔

"وہ مسلمان نہ بھی ہوتے تب بھی میں تمہیں کہتا تم ان سے مل لو.... ہم سب بہت خامیوں والے انسان ہیں... غلطیاں گناہ سب کرتے رہتے ہیں۔ سب ایک جیسے ہی ہیں.... کچھ خوبیوں میں اچھے.... کچھ خامیوں میں برے... لیکن سب سے بہتر شاید وہ ہوتا ہے جو درگزر کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو.... اور بعض گناہوں کی سزا جب اللہ دے دیتا ہے تو پھر ہمیں نہیں دینی چاہیے۔"

سکندر عثمان نے اسے سمجھایا تھا۔ وہ اس کے اندر کی کیفیت سے بے خبر تھے.... ہوتے تو یہ سب نہ کہتے.... سوال معافی کا تو تھا ہی نہیں.... اولاد اور ماں باپ کا تعلق معافی پر تو کبھی کھڑا کیا ہی نہیں جا سکتا.... گلے شکوے کا وقت بھی اب گزر چکا تھا.... وہ ان کا سامنا اس لیے نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ اپنے وجود کو بکھرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی اس نے بے حد مشکل سے اپنے آپ کو سمیٹا تھا.... سالار کے لیے' اپنے بچوں کے لیے' اپنے گھر کے لیے۔

اس نے سکندر عثمان سے بحث نہیں کی تھی۔ وہ اگلے دن ہاشم مبین سے ملنے پر بھی تیار ہو گئی تھی لیکن وہ اس رات سو نہیں سکی تھی۔ کچھ لوگوں کے روبرو ہونے کے لیے آپ ساری عمر ترستے رہتے ہیں اور پھر جب ان کا ہونا طے پا جاتا ہے تو سمجھ نہیں آتا انسان ان کا سامنا کرے گا کیسے۔

آج سے کچھ سال پہلے ہاشم مبین نے یہ کام کیا ہوتا تو اس وقت وہ ساتویں آسمان پر ہوتی۔ اپنے خاندان کو اپنے دین پر لے آنے' گمراہی کے راستے سے پلٹ آنے کے لیے اس نے بڑے سال دعائیں مانگی تھیں.... اور اس خاندان کا معزول سربراہ اب جب تائب ہو گیا تھا تو امامہ اپنے دل کی کیفیت کو سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔

وہ اگلی سہ پہر آئے تھے.... وہ کمرے میں آئی تو باپ پر پہلی نظر ڈالتے ہی رو پڑی تھی نہ رونے کا تہیہ کیے ہوئے بھی.... وہ بے حد ضعیف لگ رہے تھے۔ یہ تنتنے والا وہ وجود نہیں تھا جس سے وہ ساری عمر ڈرتی رہی تھی۔

ہاشم مبین نے اسے گلے لگایا تھا۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ بھی بڑے حوصلے سے ان سے مل کر الگ ہوئی تھی' پہلے کی طرح۔ عادتاً" ان سے لپٹی نہیں رہی تھی اور پھر وہ آمنے سامنے دو صوفوں پر بیٹھ گئے تھے.... اس کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... وہ دونوں تھے اور طویل گہری خاموشی تھی.... پھر اس خاموشی کو ہاشم مبین کی ہچکیوں اور سسکیوں نے توڑا تھا۔ وہ بوڑھا آدمی اب بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا تھا۔

امامہ انہیں چپ چاپ بیٹھی دیکھتی رہی تھی' وہ بھی بے آواز رو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے برسنے والے آنسو اس کی ٹھوڑی سے ٹپکتے ہوئے اس کی گود میں رکھے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

"وقت واقعی بڑا ظالم ہوتا ہے.... مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا۔ میں نے بہت ظلم کیا اپنے آپ پر.... اپنے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خاندان پر، پتا نہیں کیسے ہو گیا یہ سب کچھ؟"

ہاشم مبین روتے ہوئے اعتراف کر رہے تھے اور امامہ کو یاد آیا تھا انہوں نے ایک بار اس سے کہا تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہی تھی وہ اس پر بہت پچھتائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گا اور وہ واپس پلٹ کر ان سے معافی مانگنے آئے گی۔ اور تب وہ اسے معاف نہیں کریں گے۔۔۔ وقت واقعی بڑا بے رحم اور ظالم ہوتا ہے۔۔۔ اس کے سامنے بیٹھ کر بچوں کی طرح روتا ہوا یہ بوڑھا شخص اس کا اپنا باپ نہ ہوتا تو وہ آج بہت فخر محسوس کرتی کہ اس کا سر نیچا نہیں ہوا تھا۔ کسی اور کا ہوا تھا پر سارا دکھ یہی تھا کہ اس کا باپ اگر اپنے کیے کی سزا پا رہا تھا تو بھی تکلیف اسی کو ہو رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے امامہ! مجھے تمہاری بددعا لگ گئی۔" ہاشم مبین نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھے کبھی بددعا کرنے کا خیال ہی نہیں آیا ابو۔۔۔ آپ کے لیے کیا، کسی کے لیے بھی۔"

اس نے بالآخر ہاشم مبین سے کہا تھا۔۔۔ وہ آج اس تنتنے کے ساتھ اس کے سامنے ہوتے تو وہ انہیں کہتی کہ انہیں اس کی بددعا نہیں لگی۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی سزا ملی ہے۔۔۔ وہ رتبہ جو اللہ تعالیٰ نے صرف انہیں عطا کیا تھا اس رتبے کو کسی اور کو دے دینے کا خمیازہ بھگت رہا تھا ان کا خاندان، وہ صرف قادیانی نہیں ہوئے تھے بلکہ انہوں نے اس مذہب کی تبلیغ بھی پوری جانفشانی سے کی تھی۔۔۔ پتا نہیں کتنوں کو گمراہ کیا تھا اور اس گمراہی کے بدلے میں کتنوں کی عاقبت خراب کی تھی ورنہ ان کے خاندان میں کبھی یہ تو نہیں ہوا تھا جو ان کے ساتھ ہو رہا تھا۔۔۔ وہ کروڑ پتی تھے اور ساری عمر آسائشوں میں گزارنے کے بعد وہ اپنا بڑھاپا اولڈ ہوم میں گزارنے پر مجبور ہو گئے تھے۔۔۔ ان کے خاندان میں پہلی بار کوئی ایسے بے گھر، بے در ہوا تھا۔ لیکن ان کے خاندان میں گمراہی کی روایت بھی ہاشم مبین ہی کی قائم کردہ تھی۔

"آپ نے دیر سے کیا لیکن صحیح اور اچھا فیصلہ کیا۔" یہ ایک جملہ کہتے ہوئے امامہ کو بے حد تکلیف ہوئی تھی اسے وسیم یاد آیا تھا۔ سعد یاد آیا تھا۔ اسے اپنا وہ خاندان یاد آیا تھا جو سارے کا سارا غیر مسلم تھا اور غیر مسلم ہی رہنے والا تھا۔۔۔ واپس تو یا وہ پلٹی تھی یا ہاشم مبین۔

"تمہارا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی مجھ میں بہت وقت لگا دیا میں نے تمہارے سامنے آنے میں۔۔۔ لیکن بس معافی مانگنا چاہتا تھا تم سے اور تمہاری ایک امانت تھی میرے پاس۔۔۔ وہ مرنے سے پہلے تمہیں دے دینا چاہتا تھا۔"

"ہاشم مبین نے بالآخر اپنی ہچکیوں اور سسکیوں پر قابو پا لیا تھا۔ وہ اب اپنے ساتھ لائے ہوئے بیگ سے ایک لفافہ نکال کر اسے دے رہے تھے۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے لفافہ تھامے بغیر ان سے پوچھا تھا۔ "جائیداد میں تمہارا حصہ۔۔۔ اسی حصے کے لیے تمہارے بھائیوں کو خفا کر دیا ہے میں نے۔۔۔ وہ یہ بھی لے لینا چاہتے تھے مجھ سے۔۔۔ لیکن میں تمہاری چیز انہیں نہیں دے سکتا تھا۔ ساری عمر تمہیں کچھ نہیں دے سکا۔۔۔ کچھ تو دینا چاہتا تھا تمہیں مرنے سے پہلے۔"

وہ ان کی بات پر رو پڑی تھی۔ ابو اس کی ضرورت نہیں تھی مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے میں اسے لے کر کیا کروں گی۔۔۔ اگر میرے بھائیوں کو میرا حصہ دے دینے سے ان کی زندگی میں آپ کے لیے کوئی گنجائش نکلتی ہے تو آپ یہ انہیں دے دیں۔"

ہاشم مبین نے بے حد مایوسی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ "میں ان کے لیے اب "غیر مسلم" ہوں امامہ۔۔۔ وہ مجھے اپنی زندگی سے نکال کر پھینک چکے ہیں جیسے کبھی میں نے تمہیں اپنی زندگی سے نکال پھینکا تھا۔" وہ شکست خوردہ انداز میں کہہ رہے تھے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"پھر آپ میرے حصے کو بیچ کر اپنے لیے کوئی گھر لے لیں.... کوئی جگہ.... میرے پاس اب سب کچھ ہے۔ آپ کا کوئی روپیہ پیسہ اب میری ضرورت نہیں رہا۔" امامہ نے وہ لفافہ پکڑ کر ان کے بیگ میں واپس رکھ دیا تھا۔

"تم نے مجھے معاف نہیں کیا؟" انہوں نے رنجیدگی سے کہا۔

میں آپ کو معاف کرنے نہ کرنے والی کون ہوتی ہوں ابو.... یہ فیصلہ تو آپ کے لیے اللہ کو کرنا ہے.... میں تو صرف یہ دعا کر سکتی ہوں کہ اللہ آپ کو معاف کر دے.... بڑی معافی تو وہاں سے آنی چاہیے۔"

وہ سر جھکائے بیٹھے رہے پھر انہوں نے کہا۔

"تم ہم سے ملتی رہو گی نا؟" عجیب آس اور حسرت تھی۔ امامہ نے سر ہلا دیا تھا.... ماں باپ کا یہ حال اسے دل گرفتہ کیے ہوئے تھا.... ہاشم مبین کے چہرے پر اس ملاقات کے دوران پہلی بار مسکراہٹ آئی تھی۔

"میں جائیداد کا یہ حصہ تمہارے بچوں کے نام کر دیتا ہوں امامہ۔"

"ابو میں آپ کی جائیداد اور روپے پیسے میں سے کچھ بھی نہیں لوں گی۔ میں لوں گی بھی تو سالار واپس کر دے گا۔" اس نے ہاشم مبین سے دو ٹوک انداز میں کہا تھا۔

ہاشم مبین کچھ دیر بیٹھ کر پھر اسے ساتھ لے کر اس کی ماں سے ملوانے گئے تھے۔ سکندر عثمان اور ان کی بیوی بھی ساتھ گئے تھے۔ وہ ایک اور جذباتی ملاقات تھی۔

"تم اب بہت بہادر ہو گئی ہو۔" اس رات سالار نے اس سے کہا تھا۔ اس نے اپنے دن کی روداد سنائی تھی فون پر....

"کیسے؟" وہ اس کے تبصرے پر حیران ہوئی تھی۔ "تم آج ایک بار بھی روئی نہیں مجھے اپنے پیرنٹس سے ملاقات کے بارے میں بتاتے ہوئے۔" وہ چپ رہی پھر اس نے سالار سے کہا۔

"آج ایک اور بوجھ میرے کندھوں اور دل سے ہٹ گیا ہے۔ بہت دیر سے ہی سہی لیکن اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے نکال ہی لیا ہے میرے ماں باپ کو۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سالار! دیر سے ہی سہی پر قبول ہو جاتی ہیں۔"

امامہ کے لہجے میں ایک عجیب طمانیت تھی جسے سالار نے ہزاروں میل دور بیٹھے بھی محسوس کیا تھا۔

"تمہاری ہو جاتی ہیں۔" اس نے مدھم آواز میں امامہ سے کہا۔

"کیا تمہاری نہیں ہوتیں؟" اس نے جواباً پوچھا۔

"میری بھی ہوتی ہیں لیکن تمہاری زیادہ ہوتی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"الحمدللہ۔" امامہ نے جواباً کہا۔ وہ ہنس پڑا۔ "تم میرے پیرنٹس کو اولڈ ہوم سے نکال کر ایک گھر لے دو سالار.... ان کے پاس میرے لیے جائیداد کا جو حصہ ہے اسے بیچ کر.... بے شک کوئی چھوٹا گھر ہو لیکن انہیں وہاں اولڈ ہوم میں نہیں دیکھ سکتی۔"

"میں پاپا سے کہہ دوں گا وہ کر دیں گے یہ کام.... ان کا خیال بھی رکھیں گے۔ تم اگر اسلام آباد میں مستقل رہنا چاہتی ہو تو رہ سکتی ہو امامہ.... تم اور بچے وہاں...."

امامہ نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔ "میں یہاں مستقل نہیں رہنا چاہتی.... میں تمہارے پاس رہنا چاہتی ہوں اور واپس آ رہی ہوں اسی تاریخ کو۔"

☼ ☼ ☼

سی آئی اے نے سالار سکندر کی اس سرگرمی کو صرف مانیٹر اور ریکارڈ نہیں کیا تھا انہوں نے اس ملاقات میں شامل پانچوں افراد کو بھی اپنی واچ لسٹ میں ڈال لیا تھا۔ اگلے آنے والی مہینوں میں سالار سکندر اور ان پانچ افراد

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے بہت سارے تفریحی دورے ہوتے رہے تھے۔۔۔ لیکن اب سی آئی اے صرف سالار سکندر کی نہیں ان پانچ افراد کی نقل و حرکت کو بھی مانیٹر کر رہی تھی۔۔۔ ایک عجیب پراسرار نیٹ ورک کام کر رہا تھا۔۔۔ وہ پانچ افراد سالار سکندر سے صرف چند ماہ اچانک ملتے رہے تھے لیکن اس کے بعد سالار سکندر کے ساتھ ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ پانچ افراد اب آپس میں بھی نہیں مل رہے تھے لیکن وہ پانچ افراد انفرادی طور پر ایسی ہی ملاقاتیں کر رہے تھے۔ پیٹرن وہی تھا' چار پانچ اپنی اپنی فیلڈ کے ممتاز ترین لوگ۔۔۔ لیکن دنیا کے مختلف ممالک میں۔۔۔ سب ہی ایک ہی عمر کے دائرے میں اور سب ہی امریکن نیشنل۔۔۔ اور پھر یہ مماثلتیں ایک جگہ جا کر مرکوز ہو جاتی تھیں' وہ سب بھی مسلمان تھے۔۔۔ ان میں کچھ حفاظ تھے۔ کچھ نہیں تھے لیکن وہ سب باعمل مسلمان تھے۔

وہ ایک اسلامی مالیاتی سسٹم پر کام کر رہے تھے اور یہ سی آئی اے جانتی تھی لیکن اس نظام کی شکل کیا تھی۔ خدوخال کیا تھے۔ وہ اسے بوجھنے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے اور اس کی وجہ صرف ایک تھی۔۔۔ ایک جگسا پزل کی طرح اس نظام سے منسلک ہونے والے سب افراد کے پاس اس کا ایک ایک ٹکڑا تھا۔۔۔ اور وہ اس ٹکڑے کو اچھی طرح سمجھتا اور جانتا تھا لیکن وہ ٹکڑا اس تصویر میں کہاں لگنا تھا' یہ صرف ایک شخص جانتا تھا۔۔۔ سالار سکندر۔

☼ ☼ ☼

"ممی! حمین کب بڑا ہو گا؟" اس دن جبریل نے اپنی آرٹ بک میں کچھ بناتے ہوئے امامہ سے پوچھا جو روتے بلکتے حمین کو ہمیشہ کی طرح تھپک تھپک کر خاموش کرنے اور کچھ کھلانے کی کوشش کر رہی تھی اور اس کوشش میں بے حال ہو رہی تھی اور اس کی یہ حالت جبریل اور عنایہ بغور دیکھ رہے تھے۔ وہ کچھ مہینے پہلے کانگو میں اپنے نئے گھر میں منتقل ہوئے تھے۔ اس ہوٹل میں دو تین مہینے رہنے کے بعد۔

"بڑا تو ہو گیا ہے۔" امامہ نے اس کے سوال اور انداز پر غور کیے بغیر کہا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ

قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی

قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز

قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تو پھر روتا کیوں رہتا ہے؟" امامہ بے چارگی سے اپنے بڑے بیٹے کو دیکھ کر رہ گئی۔
"آپ اس سے پوچھ لیں کہ اس کو کیا چاہیے۔" وہ امامہ کو جیسے مسئلے کا حل بتا رہا تھا۔
"میں پوچھ نہیں سکتی اور وہ بتا نہیں سکتا۔" امامہ اب بھی اسے اٹھائے لاؤنج میں ٹہلتے ہوئی اسے تھپک رہی تھی اور وہ اسی طرح روتے ہوئے اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مچل رہا تھا۔ وہ اسے نیچے بٹھا دیتی تو وہ گود میں اٹھائے جانے کے لیے ہاتھ بلند کر کر کے دھاڑیں مارتا... اور یہ ڈرل دن میں دو تین بار کا معمول تھا... رونا حمین سکندر کا من پسند۔ مشغلہ تھا۔ وہ بغیر آنسوؤں کے گلا پھاڑ پھاڑ کر روتا تھا اور پھر رونے کے بیچوں بیچ کوئی بھی دلچسپ چیز نظر آنے پر یک دم رونا بند کر کے اس کا جائزہ لینے میں مصروف ہو جاتا اور جب اس کام سے فارغ ہو جاتا تو ایک بار پھر اپنے رونے کے سلسلے کو وہیں سے جاری کرتا جہاں اس نے چھوڑا تھا۔
سات آٹھ ماہ کی عمر میں ہی اس نے بیک وقت چار دانت نکالنے شروع کر لیے تھے جو خرگوش کے دانتوں کی طرح اس کے منہ کے درمیان میں تھے اور اس کے رونے اور ہنسنے پر نظر آتے تھے۔
"اس کو جلدی کس بات کی ہے؟" بیک وقت چار دانتوں کو نکلتے دیکھ کر سالار نے کہا تھا۔ جبریل اور وہ حمین سکندر کے بارے میں ایک جیسے تاثرات اور خیالات رکھتے تھے۔
"یہ تم خود اس سے پوچھ لو۔" امامہ نے جواب دیا تھا۔
حمین کو پالنا اس کے پہلے دو بچوں کی نسبت زیادہ تھکانے اور آزمانے والا کام ثابت ہو رہا تھا۔ حمین سکندر ان چار دانتوں کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے بھی صرف بڑوں کے کھانے والی ہر اس چیز میں دلچسپی محسوس کرتا تھا جو چٹخارے والی ہوتیں... اپنے پوپلے منہ کے ساتھ بھی چپس اس کی پسندیدہ خوراک تھی جسے وہ صرف چبا نہیں نگل بھی سکتا تھا... وہ چپس کا پیکٹ تک پہچانتا تھا اور ایسا ممکن نہیں تھا کہ جبریل اور عنایہ اس کے قریب بیٹھ کر کوئی چیز اطمینان سے اسے کھلائے بغیر خود کھا لیتے۔
وہ ایک عجیب و غریب بچہ تھا... اور یہ بیان اس کے بارے میں سالار سکندر نے دیا تھا جس کا خیال تھا اس نے ایسی مخلوق کبھی نہیں دیکھی۔
سکندر عثمان نے اس سے کہا تھا "میں نے دیکھی ہے۔ وہ تمہاری کاپی ہے۔"
"یہ زیادتی ہے۔" سالار نے ان کی بات پر احتجاج کیا تھا وہ اور طیبہ ان لوگوں کے پاس کانگو آئے ہوئے تھے جب وہ دونوں حمین سکندر کے ہاتھوں بننے والی ان کی درگت دیکھ رہے تھے۔ وہ تب دس ماہ کا تھا اور سب سے پہلے جو لفظ اس نے بولنا شروع کیا تھا وہ "سالا" تھا اور ہر بار سالار کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ بے حد خوشی سے ہاتھ پاؤں مارتا سالا' سالا چلاتے ہوئے اس کی طرف جانے کی کوشش کرتا تھا۔
یہ پہلا لفظ تھا جو اس نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ جبریل اور عنایہ کی طرح وہ بھی جلدی بولنا سیکھ رہا تھا۔ اس میں چیزوں کی شناخت اور پہچان کی صلاحیت بھی ان ہی دونوں کی طرح منفرد تھی لیکن اس کی بولنے کی صلاحیت ان دونوں سے بھی اچھی تھی
"بیٹا بابا!" پہلی بار سالار کے لیے وہ لفظ سن کر ہنسی سے بے حال ہونے کے باوجود امامہ نے اس لفظ کو بدلنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سالار پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے توڑ توڑ کر سکھا رہی تھی... با... با"
"سالا۔" حمین نے ماں کی محنت پر پانی پھیرتے ہوئے سالار کے لیے وہی لفظ استعمال کیا جو وہ سالار کے لیے ماں کو پکارتے سنتا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم اسے بابا مت سکھاؤ' صرف رلگوا دو میرے نام کے ساتھ' یہ بھی غنیمت ہو گا میرے لیے۔"
سالار نے اسے مشورہ دیا تھا۔۔۔ وہ بہرحال کچھ زیادہ محظوظ نہیں ہوا تھا اس طرز تخاطب سے جو سکندر عثمان اور طیبہ کے لیے ایک تفریح بن گئی تھی۔
اور پانچ سالہ جبریل بدھا کے سے تحمل اور دانائی کے ساتھ اپنے اس اکلوتے چھوٹے بھائی کو دیکھتا رہتا تھا جس نے ان کے گھر کے امن اور سکون کو پچھلے تقریباً" ایک سال سے تہ وبالا کر کے رکھا ہوا تھا۔ پہلے اس کا خیال تھا حمین بڑا ہو جائے اور چلنا شروع ہو جائے تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن جب بالآخر اس نے چلنا شروع کیا تو دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس "مسئلے" کا غلط "حل" تھا۔
حمین سکندر کو پیر نہیں پر مل گئے تھے۔۔۔ اور وہ اب کہیں بھی جا سکتا تھا اور کہیں سے مراد "کہیں" بھی تھا۔ اور اس کی فیورٹ جگہ باتھ روم تھی۔ وہ بھی وہاں اس وقت جانا پسند کرتا تھا جب جبریل اسے باتھ روم میں جاتا دکھائی دیتا۔۔۔ اور جبریل نے اس کے ہاتھوں کئی بار خاصی شرم ناک صورت حال کا سامنا کیا۔۔۔ جس باتھ روم کو بچے استعمال کرتے تھے اس باتھ روم میں لاک نہیں تھا اور دروازے کا ہینڈل گھما کر اسے کھولنا حمین کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ جبریل کے لیے حمین کی موجودگی میں باتھ روم جانا جان جوکھوں کا کام بن جاتا تھا۔ وہ امامہ یا پیڈی کے آس پاس نہ ہونے پر باتھ روم کے دروازے کے اندرونی طرف باتھ روم میں پڑی ان سب چیزوں کو رکاوٹوں کے طور پر دروازے کے سامنے ڈھیر کر کے پھر باتھ روم کا استعمال کرتا تھا۔
سالار سکندر اگر اسے "عجیب و غریب" کہتا تھا تو حمین سکندر باپ کے دیے گئے اس ٹائٹل پر پورا اترنے کی کوشش کر رہا تھا اور پوری دل جمعی کے ساتھ۔۔۔ کبھی کبھی ان سب کو لگتا تھا' حمین سکندر کو کوئی بھی کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ مگر دنیا میں ہر فرعون راموسی ہوتا ہے اور چنی کی ان کی زندگی میں آمد ایک ایسی ہی نعمت کے طور پر ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

نائب صدر کے طور پر سالار سکندر نے افریقہ کے لیے کسی انسان کی طرح نہیں مشین کی طرح کام کیا تھا۔ اس کی ملازمت کا دورانیہ افریقہ کی تاریخ کے سنہری ترین سالوں میں گردانا جاتا تھا۔ وہ افریقہ میں تقرر ہونے سے پہلے افریقہ کی معشیت کا ماہر سمجھا جاتا تھا لیکن وہاں اپنے قیام کے دوران سالار سکندر افریقہ کے انسائیکلوپیڈیا میں تبدیل ہو گیا تھا۔ افریقہ کا کوئی ملک یا علاقہ ایسا نہیں تھا جس کے بارے میں معلومات اس کی انگلیوں پر نہیں تھیں اور جہاں اس نے کانٹیکٹس نہیں بنائے تھے۔
وہ ورلڈ بینک کی نمائندگی کرتے ہوئے افریقہ کی فلاح اور ترقی کے لیے کام کی خواہش رکھتے ہوئے جیسے وہاں ایک دو دھاری تلوار پر چل رہا تھا۔۔۔ اسے ورلڈ بینک یعنی عالمی طاقتوں کے اہداف بھی حاصل کرنے تھے۔ انہیں ناراض بھی نہیں کرنا تھا اور اسے افریقہ میں افریقی عوام کی فلاح و بہبود کو بھی مد نظر رکھنا تھا۔۔۔ وہ مشکل ترین اہداف کے حصول کے لیے نامساعد ترین حالات میں کام کر رہا تھا۔۔۔ اور کامیابی سے کر رہا تھا۔۔۔ پیٹرس ایبا کا کی موت اور اس سے پیدا ہونے والے حالات ورلڈ بینک کے لیے ایک وقتی جھٹکا تھے۔ وہ مصلحتاً" پسپا ہونے پر مجبور ہوئے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ افریقہ کے لیے عالمی طاقتوں کی پالیسیاں بدل گئی تھیں۔۔۔ اور سالار یہ بات بخوبی جانتا تھا۔۔۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ سب کچھ نظروں سے اوجھل اور یادداشت سے محو ہونا شروع ہو گیا تھا۔ غریب قوموں کی یادداشت ان کے پیٹ کے ساتھ بندھی ہوتی ہے۔ پیٹ خالی ہوتا ہے تو ان کی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یادداشت بھی خالی ہو جاتی ہے۔

پیٹرس ایباکا بھی بہت جلد اپنی قوم کی یادداشت سے غائب ہونا شروع ہو گیا تھا۔۔۔ اور سالار کو اس بات کا اندازہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ وقتی ابال ہے۔ جو کچھ عرصہ اس قوم کو مشتعل رکھے گا اس کے بعد زمینی حقائق انہیں یہ سب بھولنے پر مجبور کر دیں گے۔ اور زمینی حقائق یہ تھے کہ افریقہ کے عوام اپنی ہر ضرورت کے لیے ترقی یافتہ قوموں پر انحصار کرتے تھے۔ ان کی روزی روٹی ان کے پروجیکٹس میں کام کر کے ہی چلتی تھی۔ ان کے اپنے لیڈرز اور حکومتیں کرپٹ تھیں، چور تھیں جو ملکی وسائل کو صرف اپنے فارن بینک اکاؤنٹس کو بھرنے کے لیے استعمال کرتی تھیں اپنے ملک اور عوام کی زندگی اور حالات بدلنے کے لیے نہیں۔

افریقہ میں سب کچھ تھا۔ اپنے حالات بدلنے کی نیت نہیں تھی۔۔۔ اور یہ نیت کوئی دوسرا انسان ان کے اندر پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ سالار سکندر بھی نہیں اور یہ وہ حقائق تھے جن سے مغربی دنیا واقف تھی تو افریقہ بھی انجان نہیں تھا۔

سالار سکندر کی وجہ سے اگر کوئی فرق پڑا تھا تو صرف یہ کہ اگر پہلے ان پروجیکٹس کا دس فی صد وہاں کے عوام کی بہتری پر خرچ ہو رہا تھا تو اب اس کا تناسب اب بیس سے تیس فیصد کے درمیان ہو گیا تھا۔۔۔ وہ اس سے بڑی تبدیلی نہیں لا سکتا تھا۔ وہ بیس سے تیس فیصد وسائل بھی اگر ٹھیک استعمال ہوتے تو وہاں بہتری کی رفتار چار گنا کی جا سکتی تھی اور یہ کام سالار نے کیا تھا۔ وہ ان وسائل کے استعمال کو سو فیصد شفاف نہیں بنا سکتا تھا لیکن اس کے استعمال کا فوکس ٹھیک کر سکتا تھا۔ ترجیحات درست کر سکتا تھا اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔

ایک نائب صدر کے طور پر افریقہ میں اس کی اور اس کے آفس کی کارکردگی اور استعداد دنیا کے دوسرے خطوں میں کام کرنے والے نائب صدور کے مقابلے میں بہترین تھی۔ وہاں شروع ہونے والے پروجیکٹس کیس اسٹڈیز کے طور پر دوسرے خطوں میں ورلڈ بینک کے دوسرے نائب صدور اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔۔۔ وہ ورلڈ بینک کا سربراہ نہیں تھا لیکن سالار سکندر نے اپنے آپ کو بہت نمایاں نہ رکھتے ہوئے بھی ورلڈ بینک کے باقی تمام نائب صدور کو نہ صرف کنارے لگا کر غیر فعال کر دیا تھا۔ بلکہ ورلڈ بینک کے اس اگلے صدر کو بھی پس منظر میں دھکیل دیا تھا جسے پیٹرس ایباکا کی موت کے دوران پیدا ہونے والے کرائسس پر قابو نہ پا سکنے کی پاداش میں پرانے صدر کو ہٹا کر تعینات کیا گیا تھا۔

وہ تین سال مسلسل "ٹائم" کے مین آف دا ایر کے طور پر اس کے سرورق کا حصہ بنا تھا اور ورلڈ بینک کے ساتھ ہونے والے اس پروجیکٹ کے بارے میں اختلافات سے پہلے وہ ورلڈ بینک کے حلقوں میں ایک بہت زیادہ پروفیشنل ورکر کی شہرت رکھتا تھا جو ہر لحاظ سے غیر متنازعہ اور بے حد اچھی شہرت کا مالک تھا۔۔۔ اور اب اس شہرت کو "خراب" کرنے والی شے صرف ایک تھی۔ اس کا "بنیاد پرست" مسلمان ہونا جو اس ایک تقریر کے علاوہ اور اس کے لائف اسٹائل کے علاوہ اس کے کام اور پالیسیوں میں کبھی نہیں جھلکا تھا۔۔۔

سالار سکندر کی ملازمت کا دورانیہ ختم ہونے کے قریب آ رہا تھا۔ بینک نے یہ دورانیہ ختم ہونے سے دو سال پیشتر ہی سالار سکندر کو ملازمت میں توسیع کی آفر کی تھی اور اس نے یہ آفر قبول نہیں کی تھی۔ پھر اس آفر کو وقفے وقفے سے بار بار بہتر پیکجز کے ساتھ اسے اصرار کے ساتھ پیش کیا جاتا رہا۔۔۔ لیکن سالار کا انکار قائم رہا تھا۔ وہ افریقہ میں اپنے قیام کو اب ختم کرنا چاہتا تھا۔ اور ورلڈ بینک کے ساتھ ساتھ امریکن حکومت کے لیے بھی یہ تشویش کی بات تھی۔ افریقہ کو سالار سکندر سے زیادہ بہتر کوئی نہیں چلا سکتا تھا۔ اس بات پر بورڈ آف ڈائریکٹرز میں کوئی دو رائے نہیں تھیں اور نہ ہی امریکن حکومت کو کوئی شبہ تھا۔۔۔ اس نے پچھلے چند سالوں میں نہ صرف ورلڈ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بینک کی ساکھ اور امیج ہی افریقہ میں بدل کر رکھ دیا تھا بلکہ اس نے امریکن حکومت کے لیے بھی وہاں خیر سگالی کے جذبات دوبارہ پیدا کرنے میں بہت کامیابی حاصل کی تھی۔۔۔ اس کا ورلڈ بینک کو اس وقت چھوڑ کر جانا ان کے لیے بہت بڑا دھچکا ہوتا۔۔۔ لیکن وہ رکنے پر تیار نہیں تھا اور امریکن حکومت کو سوچنا پڑ رہا تھا کہ وہ اسے ایسی کیا چیز پیش کرے جو اسے روک سکے۔

ورلڈ بینک کی صدارت ہی یقیناً" ایسا ایک تاج تھا جو اس کو پہنا کر اسے روکا جا سکتا تھا۔ سالار سکندر اس عہدے کے لیے موزوں ترین اور کم عمر ترین امیدوار تھا مگر اس عہدے پر سالار سکندر کی تعیناتی امریکی حکومت کے لیے خود ایک مسئلہ بن گئی تھی۔۔۔ وہ ایک "بنیاد پرست" مسلمان کو ورلڈ بینک کا صدر نہیں بنا سکتے تھے اور وہ اس "بنیاد پرست" مسلمان کو کسی اور چیز کی آفر کر کے روک بھی نہیں پا رہے تھے۔ یہ فیصلہ انہیں کرنا تھا کہ کیا اس کی مسلم بنیاد پرستی کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ابھی امریکی حکومت اور ورلڈ بینک کے پاس اس بارے میں سوچنے کے لیے وقت تھا کیونکہ سالار کی ملازمت کا دورانیہ ختم ہونے میں ایک سال باقی تھا۔

اس ایک سال میں سالار سکندر کی زندگی میں تین بڑے واقعات ہوئے تھے اور تینوں نے اس کی زندگی پر بہت گہرے نقوش چھوڑے تھے۔ گہرے اور ہمیشہ رہ جانے والے۔۔۔ اور یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ ان واقعات نے ایک بار پھر اس کی زندگی بدل دی تھی۔

چنی غلام فرید بھی اس کی زندگی میں اس کی آخری اور چوتھی اولاد کے طور پر اسی سال آئی تھی۔ اس کی زندگی کا پہلا بڑا واقعہ۔

☼ ☼ ☼

چنی سے سالار سکندر کا غائبانہ تعارف ہمیشہ بے نام رہا تھا۔۔۔ غلام فرید کے حوالے سے سکندر عثمان سے اسے کئی بار خبریں ملتی رہی تھیں بالکل اسی طرح جس طرح گاؤں میں قائم اس اسکول کے بہت سے دوسری ملازمین کے بارے میں پتا چلتا رہتا تھا' سکندر عثمان نے غلام فرید کے ذریعے گاؤں کی مسجد کے امام کو پہنچائی جانے والی امداد کے بارے میں بھی سالار کو مطلع کر دیا تھا کیونکہ یہ امداد سالار کے کہنے پر ہی سکندر عثمان نے شروع کی تھی۔ غلام فرید کو اس امداد میں ہیر پھیر کے نتیجے میں ملازمت سے فارغ کرنے کا حکم بھی سالار ہی کا تھا۔ بددیانتی اور بے ایمانی اس کے لیے قطعاً" ناقابل برداشت تھی اور یہ معاملہ اسے اس لیے زیادہ سنگین اور زیادہ ناقابل برداشت لگا تھا کہ جس رقم میں ہیر پھیر کیا گیا تھا وہ مسجد کے لیے دی گئی تھی اور مسجد کی رقم میں بددیانتی کرنے والے شخص کو وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھتا تھا سکندر عثمان بھی غلام فرید کو دی جانے والی اس سزا کے حق میں تھے۔ اس لیے انہوں نے سالار سکندر کی ہدایات پر پوری طرح عمل درآمد کیا تھا۔

غلام فرید کے ہاتھوں ایک بچی کے سوا اپنے پورے خاندان کا قتل سکندر عثمان کو بری طرح ہلا گیا تھا۔ اس دل خراش واقعہ کو میڈیا نے بہت دن اچھالا تھا۔۔۔ غلام فرید سے پوچھے جانے والے سوالوں کے جوابات وہ ہیڈ لائنز کی شکل میں دکھاتے اور چھاپتے رہے تھے جو صرف سکندر عثمان ہی نہیں سالار کی نظروں سے بھی گزرتے رہے تھے' اپنی فیملی کو اس طرح بے رحمی سے مار دینے والا شخص میڈیا کو ذہنی عدم توازن کا شکار لگ رہا تھا کیونکہ وہ اس حادثے کی توجیہات ہر روز بدل دیتا تھا۔

"اسے اپنی بیوی کے کردار پر شک تھا۔۔۔ اس لیے اس نے اپنے خاندان کو مارا۔"

یہ حادثے کے فوراً" بعد میڈیا کی طرف سے بریکنگ نیوز حاصل کرنے کے چکروں میں نشر اور شائع ہونے والی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پہلی خبر تھی۔

یہ ایک غیر ذمہ دار صحافی نے اندازاً" بنا کر اپنے ٹی وی پر نشر کی تھی اور باقیوں نے آنکھیں بند کر کے اس کی تقلید کی تھی۔ ڈیسک جرنلزم کی یہ چھوٹی سی بددیانتی کئی سالوں بعد کسی شخص کے گلے کا پھندا بن جانے والی تھی' یہ اس صحافی کو اندازہ بھی نہیں تھا۔

جوں جوں غلام فرید سے مختلف صحافیوں کو ملنے اور بات کرنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ مختلف انکشافات سامنے آتے رہے۔ وہ پہلی خبر چھپ گئی تھی۔ اب اس قتل کی وجہ غربت سامنے آئی تھی۔ بیوی سے لڑائی جھگڑے تھے۔ گھر میں بھوک اور بیماری تھی۔ رشتہ داروں اور قرض خواہوں کے اپنی رقم کے تقاضے تھے۔ اور ان سب کے آخر میں اسکول کی ایک نوکری سے ایک مالی بددیانتی پر نکالا جانا اور بے گھر کیا جانا تھا جو سکندر عثمان اور سالار کو احساس جرم میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔

وہ اب غلام فرید کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ اس کی بچ جانے والی واحد اولاد کی دیکھ بھال اور کفالت کی ذمہ داری اٹھا لیتے اور سالار کے کہنے پر وہ سکندر عثمان نے اٹھالی تھی۔ وہ اس کے لیے ماہانہ رقم بھیجتے تھے جو اس کے رشتہ دار آکر لے جاتے تھے اور کبھی کبھار سکندر عثمان کے کہنے پر وہ چنی کو لا کر انہیں دکھا بھی جاتے تھے تاکہ انہیں یہ تسلی رہے کہ وہ رقم واقعی اس پر خرچ ہو رہی تھی۔ اس کی مناسب دیکھ بھال ہو رہی تھی اور وہ محفوظ ہاتھوں میں تھی۔ یہ شاید اسی طرح چلتا رہتا اگر اس سال سالار اپنی فیملی کے ساتھ دو ہفتوں کے لیے پاکستان نہ آتا۔۔۔ اور ایک لمبے عرصے کے بعد سکندر عثمان کے بجائے خود گاؤں اسکول دیکھنے نہ جاتا یا وہاں جا کر غلام فرید کی بیٹی کا خیال آنے پر اس کے دل میں اسے دیکھنے کی خواہش پیدا نہ ہوتی اور ہمیشہ کی طرح چنی کے رشتہ دار کو چنی کو اسکول لے کر آنے کے بجائے اسکول ہی کی انتظامیہ کے چند لوگوں کے ساتھ سالار خود اچانک اس کے گھر نہ چلا جاتا۔

جس ڈیڑھ سال کی چنی کو سالار سکندر نے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اسے سات آٹھ ماہ کی ایک بچی لگی تھی۔ بے حد کمزور۔۔۔ دبلی پتلی۔۔۔ اس کی سانولی رنگت پر قان جیسی پیلاہٹ لیے ہوئے تھی۔ اس کا جسم اور چہرہ کسی جلدی انفیکشن کے نتیجے میں چھوٹے بڑے رسنے والے پیپ زدہ دانوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کے سیاہ بال دھوپ گندگی میں رہ رہ کر بھوری لٹوں میں تبدیل ہو چکے تھے جو دھلنے اور کنگھی نہ ہونے کی وجہ سے آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اس کے اوپری دھڑ پر جو فراک تھا۔ وہ بوسیدگی اور خستہ حالی کو تو ظاہر کر ہی رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کے سائز سے بہت بڑا ہونے پر یہ بھی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی کوئی اور استعمال کرتا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں جیسے وہ جسم میں پانی کی کمی کا شکار ہو' ہاتھ پیروں کے بڑھے ہوئے اور میل سے بھرے ٹیڑھے میڑھے ٹوٹے ہوئے ناخن یہ ظاہر کر رہے تھے کہ اس کی دیکھ بھال کتنے اچھے طریقے سے ہو رہی تھی۔

جس وقت سالار اس گھر کے صحن میں داخل ہوا وہ گھر کے کچے صحن میں دانہ چگتی ہوئی مرغیوں کے پاس بیٹھی تھی اور اسی دانے اور گندگی کو بلا تکلف اپنے منہ میں ڈال رہی تھی۔ سالار نے اس بڑے صحن کے ایک کونے میں مرغیوں کے پاس بیٹھی اس بچی کو غور سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی کفالت کے لیے معقول رقم بھیجنے کے باوجود وہ اس حال میں ہو سکتی تھی۔

چنی کے رشتہ دار بے حد نروس اور گھبرائے ہوئے تھے۔ وہ سالار کو اندر لائے تھے اور مہمان خانے میں اسے بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ سالار کو جلدی تھی۔ اسے صرف ایک نظر اس بچی کو دیکھنا تھا اور واپس جانا تھا۔ گھر کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اندرونی حصے میں جانے کے بجائے یہ کام وہ وہیں صحن میں کھڑے کھڑے نمٹانا چاہتا تھا اور چنی کے رشتہ داروں کی یہ بدقسمتی اور چنی کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس وقت وہیں صحن میں تھی وہ لوگ presentation اور display کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اسے اب سجا سنوار نہیں سکتے تھے۔

"یہ بس ایسے ہی رہتی ہے۔ جتنی بار بھی کپڑے بدلو' یہ جا کر مرغیوں میں گھس جاتی ہے۔ حمیدہ! ارے او حمیدہ! ذرا دیکھ چنی کو۔ کپڑے بدلوا صاحب نے ملنا ہے۔"

گھر کے مالک نے بے حد گھبرائے اور شرمندہ سے انداز میں چنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیوی کو آواز لگائی تھی اور وہ پہلا موقع تھا جب سالار نے چنی کو بغور دیکھا تھا اور وہ بھی اپنا نام پکارنے جانے پر کچھ خوف زدہ انداز میں اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

حمیدہ نے ہنگامی بنیادوں پر لپک کر چنی کو اندر لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن سالار نے روک دیا' وہ جو چھپانا چاہتے تھے' اسے چھپا نہیں پائے تھے اس لیے وہ اسے سالار کے پاس لے آئے تھے۔

حمیدہ کی گود میں اٹھائی ہوئی بہتی ہوئی نزلہ زدہ ناک والی اس بچی کو دیکھتے ہوئے سالار سکندر کو عجیب رحم آیا تھا اس پر... وہ افریقہ میں بچوں کو اس سے بھی برے حالات میں دیکھ چکا تھا لیکن ان بچوں کے ساتھ سالار سکندر کا کوئی احساس جرم نہیں تھا... جو چنی کو دیکھتے ہوئے اسے محسوس ہوا تھا۔

"نہیں نہیں۔ اس کو نہ اٹھائیں' یہ بڑی گندی ہے جی... آپ کے کپڑے نہ خراب کردے۔ اس کو ابھی لیٹرین میں جانا نہیں آیا۔"

حمیدہ سے پہلے اس کے میاں نے سالار کو اس بچی کو اٹھانے سے روکا تھا۔ سالار نے اس کی باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اس بچی کو اٹھا لیا تھا اور چنی بڑے آرام سے کسی جھجک کے بغیر اس کے پاس آگئی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار سالار سکندر جیسے حلیے والا کوئی شخص دیکھا تھا۔ سالار نے اسے تھپکتے ہوئے پچکارا تھا۔ وہ پلکیں جھپکائے جواب دیے بغیر لیکن اس سے چپکے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔

"ہاں بس تھوڑی بیمار ہی رہتی ہے۔ شروع سے ہی ایسی ہے۔ ڈاکٹر کی دوائی سے فرق نہیں پڑا۔ اب پیر صاحب سے دم کرا کے لائے ہیں۔ انہوں نے تعویذ بھی دیا ہے گلے میں ڈالنے کے لیے۔ حمیدہ! وہ تو نے ڈالا نہیں ابھی تک۔"

سالار میاں بیوی سے اب اس بچی کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور وہ گڑبڑائے ہوئے اس کے چہرے اور جسم پر رستے ہوئے دانوں کی وجوہات اور علاج بیان کر رہے تھے۔

سالار سکندر کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ غلط جگہ پر تھی۔ اس کا خیال نہیں رکھا جا رہا تھا اور اس کی کفالت کے لیے دی جانے والی امداد اس پر استعمال نہیں ہو رہی تھی۔ پتا نہیں وہ کون سی ذہنی رو تھی جس میں اس نے چنی کو فوری طور پر وہاں سے لے جانے اور کسی دارالامان میں داخل کروانے کا فیصلہ کیا تھا یا کسی ایسی جگہ جہاں پر وہ بچی اچھی طرح پرورش کی پاتی اور اس ذہنی رو میں یہ فیصلہ اس نے چنی کے رشتہ داروں کو سنا بھی دیا تھا۔ ان کے احتجاج کے باوجود وہ چنی کو وہاں سے لے آیا تھا اور وہ اسے روک نہیں پائے تھے۔ بدحواسی اور پریشانی کے باوجود... وہ چنی کو نہیں لے جا رہا تھا۔ ان کا ماہانہ وظیفہ لے جا رہا تھا اور وہ پیسے بند ہو جاتے تو... اس تو کے آگے ان سب کو بہت ساری فکریں لاحق ہو گئی تھیں لیکن سالار کے ساتھ اسکول کی انتظامیہ بھی تھی اور کچھ سیکیورٹی اہلکار بھی' وہ زبانی احتجاج کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکے تھے۔

حیران کن بات یہ تھی کہ اس سارے شور شرابے اور احتجاج میں چنی بے حد اطمینان اور پرسکون انداز میں سالار کی گود میں چڑھی اس کا کالر پکڑے رہی تھی... اس کے ساتھ گھر سے نکلتے ہوئے بھی وہ بے قرار اور پریشان

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھائے جاتے ہوئے۔

اس گاؤں سے اسلام آباد واپسی پر سالار اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتا رہا تھا اور چنی برابر والی سیٹ پر بیٹھی دروازے کی کھڑکی سے چپکی بے حد خاموشی اور اطمینان سے پورا راستہ باہر دیکھتی رہی تھی۔ وہ اگر بے چین ہوئی تھی تو صرف تب جب سالار نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے اسے سیفٹی بیلٹ باندھنے کی کوشش کی تھی۔ جو اس کے ہاتھ پاؤں مارنے پر سالار نے کھول دی تھی اسے اس وقت حمین یاد آیا تھا۔ وہ بھی اس عمر میں اسی طرح سیفٹی بیلٹ سے جان چھڑاتا تھا۔

سیفٹی بیلٹ کھول دینے پر وہ ایک بار پھر سے پرسکون ہو گئی تھی۔ پورا راستہ سالار اسے وقتاً "فوقتاً" دیکھتا رہا لیکن وہ اس قدر اطمینان کے ساتھ شیشے سے باہر نظر آنے والی سڑک اور اس پر گزرنے والی ٹریفک کو دیکھنے میں مگن تھی کہ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر گاڑی کے اندر موجود سالار کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سالار اس کا یہ انہماک دیکھ کر مسکراتا رہا تھا۔ اس نے رستے میں ایک جگہ رک کر اسے ایک جوس کا ڈبہ اور بسکٹ کا ایک پیکٹ لے کر دیا تھا۔ وہ منٹوں میں وہ دونوں چیزیں کھا گئی تھی یوں جیسے وہ کئی دنوں کی بھوکی تھی۔

اسلام آباد آتے ہوئے گاڑی کے سفر کے دوران سالار اس بچی کی رہائش کے لیے مناسب ترین جگہ کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اس وقت اس نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے خود پالے گا۔ وہ اتنی بڑی ذمہ داری لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور اگر سوچ بھی لیتا تو بھی یہ کام امامہ سے پوچھے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔

جو بھی ممکنہ باتیں چنی کے لیے اس کے ذہن میں آ رہی تھیں۔ وہ خود ہی انہیں مسترد کرتا رہا تھا۔ اسلام آباد پہنچنے پر گھر کے گیراج میں اس کے بچوں نے بھاگتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا اور گاڑی کے اندر چنی کو سب سے پہلے ساڑھے تین سالہ حمین نے دیکھا تھا اور اس کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح گول ہو گئی تھیں یوں جیسے اس نے جنگل کا کوئی جانور دیکھ لیا ہو۔ اس نے کھڑکی کے شیشے سے ناک اور منہ چپکائے ہیلو کہہ کر چنی کو مخاطب کیا تھا جو کھڑکی کے اندر والی سائیڈ سے شیشے سے چہرہ چپکائے ہوئے تھی اور حمین دوسری طرف سے۔ وہ کچھ خائف ہو کر تھوڑا سا پیچھے ہٹی تھی۔ اس سے پہلے کہ حمین کوئی اور حرکت کرتا۔ سالار گاڑی سے نکل کر دوسری طرف آ چکا تھا۔ اس نے حمین کو ہٹا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور چنی کو باہر نکال لیا۔ چنی سے آنے والے بدبو کے بھبکے سب سے پہلے حمین نے ہی محسوس کیے تھے۔ اس نے بے اختیار اپنے ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے باپ سے کہا۔

"Oh my God! she is so smyelly and dirty and ugly"

(اوہ مائی گاڈ! یہ کتنی بدبودار گندی اور بدصورت ہے) وہ بے اختیار ناک پر ہاتھ رکھے کہتا گیا تھا جبکہ جبریل اور عنایہ کچھ فاصلے پر کھڑے کسی تبصرے اور سوال کے بغیر گھر میں باپ کے ساتھ آنے والے اس مہمان کو دیکھ رہے تھے۔

"حمین۔" سالار نے اسے ڈانٹنے والے انداز میں پکارا اور گھورا۔

Oh but then that's ok ....

May be she likes to live like this

I mean some people like to be different

I like her hairstyle....She is cool....

("لیکن ٹھیک ہے۔ شاید اسے اسی طرح رہنا پسند ہو' میرا مطلب ہے کہ کچھ لوگ مختلف ہوتے ہیں مجھے اس کا ہیئر اسٹائل اچھا لگا ہے۔ یہ کول ہے")

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حمین نے ہمیشہ کی طرح باپ کی پھٹکار کے بعد سیکنڈز میں اپنا بیان تبدیل کیا اور اپنی بات کے آخر میں چنی کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے باپ سے کہا۔

"Baba I also want to have her hair style"

(بابا میں بھی اس کی طرح ہیئر اسٹائل بنانا چاہتا ہوں)

سالار نے اس کی زبان کی قینچی کو نظرانداز کردیا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سائز کا خاموش نہ ہونے والا "جن" تھا جو اس گھر کے افراد کے ارد گرد ہر وقت منڈلاتا رہتا تھا اور اس کے سوالات.... ختم نہ ہونے والے سوالات نے امامہ اور سالار کی آئیڈیل والدین بننے کی ہر خواہش، خوبی اور معلومات کو ختم کردیا تھا۔

"I think she is goldi lock"

حمین کی تعریفوں کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ اب باپ کو یہ جتا کر خوش کرنا چاہتا تھا کہ اسے وہ بچی اچھی لگی تھی۔

"یہ گولڈی لاک نہیں ہے گندی ہے اس نے کئی ہفتوں سے اپنے بال نہیں دھوئے بلکہ شاید کئی مہینوں سے۔"

جبریل نے اسے ٹوک کر بتایا تھا.... وہ تینوں اب سالار کے پیچھے پیچھے اندر جا رہے تھے....

"آل رائٹ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ کول نہیں ہے۔"

جواب پھر سے تڑاخ سے ہی آیا تھا جبریل بے اختیار پچھتایا.... اس نے اس کے تبصرے کا جواب دے کر سالار کے پیچھے لگنے والی بلا اپنے پیچھے لگالی تھی۔

"اگر میں کئی مہینوں تک اپنے بال نہ دھوؤں تو میرے بال بھی ایسے ہی ہوں گے، میرا مطلب ہے گولڈن براؤن یا ایش گرے یا مسٹرڈ یلو۔" اس کا ذہن اب کہیں سے کہیں پہنچ گیا تھا۔

"نہیں۔" جبریل نے بے حد سخت لہجے میں فل سٹاپ لگایا۔

"اوکے۔" حمین نے بے حد اطمینان سے کہا "لیکن میں اپنے بال ڈائی تو کرسکتا ہوں۔"

جبریل نے اس بار اسے مکمل طور پر نظرانداز کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا وہ بالوں کے بعد چنی جیسے ۔ ناخنوں کو بھی اپنانے کے بارے میں سوچنا شروع کردے۔

امامہ نے سالار کو اس بچی کو اٹھائے دیکھا تھا۔ وہ طیبہ کے ساتھ بیٹھی اس وقت چائے پی رہی تھی اور وہ چائے پینا ہی بھول گئی تھی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

شائع ہوگئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہ کون ہے؟"
"بعد میں بتاؤں گا۔ تم اسے نہلا کر کپڑے بدل دو اس کے' پھر میں اسے ڈاکٹر کو دکھانا چاہتا ہوں۔" اس نے چنی کو گود سے اتارتے ہوئے کہا تھا۔
امامہ کچھ الجھی تھی لیکن وہ اسے لے کر چلی گئی تھی اور اس کو نہلانے کی کوشش کے آغاز میں ہی اسے پتا چل گیا تھا کہ اس بچی کے بالوں کو کاٹے بغیر اس کو نہلایا نہیں جا سکتا۔ اس کے سر میں بڑے بڑے پھوڑے تھے اور ان پھوڑوں سے رسنے والی پیپ نے اس کے بادلوں کی لٹوں کو آپس میں اس طرح جوڑ دیا تھا کہ اب ان کا کھلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس نے شیونگ کٹ میں پڑی قینچی سے چنی کے سارے بال جڑوں تک کاٹ دیے تھے۔۔۔ وہ اس کا سر گنجا نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔ امامہ کو اس بچی کو نہلاتے ہوئے بہت رحم اور ترس آیا تھا اور بے حد حیرانی بھی ہوئی تھی اسے۔۔۔ چنی بالکل چپ چاپ بیٹھی نہاتی رہی تھی۔ اس نے عام بچوں کی طرح رونا دھونا نہیں مچایا تھا۔۔۔ نہ ہی اپنے بال کٹنے یا ان پھنسیوں اور پھوڑوں پر ہاتھ لگنے پر کسی تکلیف کا اظہار کیا تھا۔

Downloaded From Paksociety.com

بیڈ روم میں جبریل اور عنایہ باتھ روم میں جا کر اس بچی کی صفائی ستھرائی کو بذات خود جا کر دیکھنے سے حمین کو روکنے کی کوششوں میں مصروف تھے جنہیں اس کام پر امامہ تعینات کر کے گئی تھی۔
وہ بالآخر جب چنی کو بالکل کریو کٹ میں نہلا دھلا کر حمین ہی کا ایک جوڑا پہنائے باہر لائی تھی تو اسے دیکھ کر سب سے پہلی چیخ مارنے والا حمین ہی تھا۔

"Oh my God! Momy you have made her uglier horrible and you have destroyed my most favourite shirt

"اوہ مائی گاڈ ممی! آپ نے اسے مزید بدصورت۔۔۔ خوفناک بنا دیا ہے اور آپ نے میری سب سے فیورٹ شرٹ بھی خراب کر دی ہے۔"
اس کو ہر اعتم تھا چنی کے بالوں کے ساتھ ساتھ اپنی شرٹ کو اس کے جسم پر دیکھ کر بھی دکھ ہوا تھا۔

"Momy she was a girl. You have made her a boy. God will never forgive you for that.

"ممی یہ لڑکی تھی۔ آپ نے اسے لڑکا بنا دیا۔ اللہ اس کے لیے آپ کو معاف نہیں کرے گا۔"
امامہ کو اس کی بات پر ہنسی آئی سالار ٹھیک کہتا تھا۔ وہ "عجیب و غریب" ہی تھا اور چنی اس ساری گفتگو کے دوران خاموشی سے۔۔۔ اپنے اس نئے خاندان کو دیکھ رہی تھی۔
وہ اس گھر میں ہمیشہ کے لیے رہنے آئی تھی لیکن اس وقت کسی کو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ مہمان نہیں تھی۔

☼ ☼ ☼

اس سال صرف چنی سالار سکندر کے خاندان میں نہیں آئی تھی۔ اس سال کا دوسرا بڑا واقعہ سالار سکندر کے برین ٹیومر کی تشخیص تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

For Next Episode Visit
Paksociety.com

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

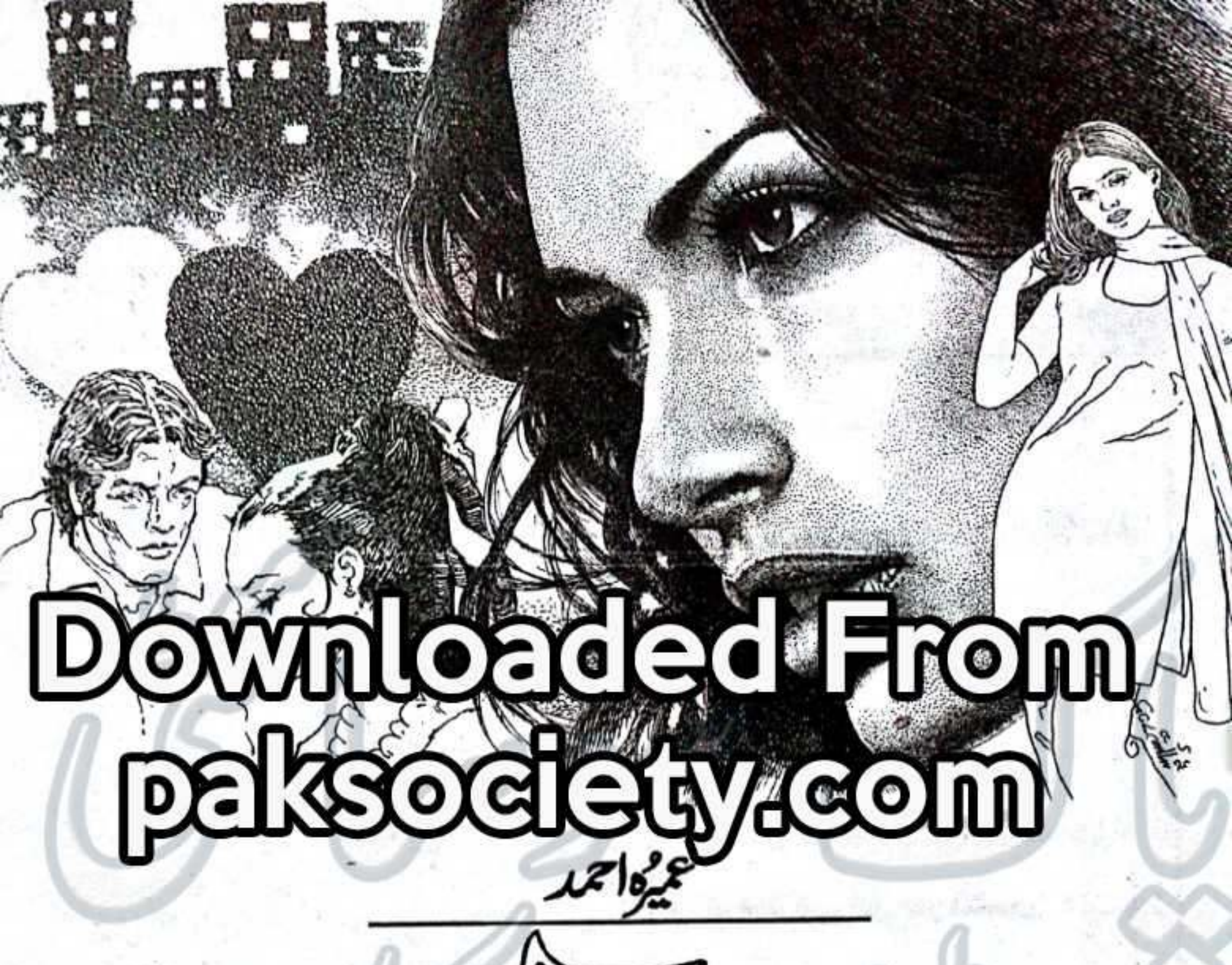

Downloaded From
paksociety.com

عمیرہ احمد

آب حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص — سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرا مل جاتا ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

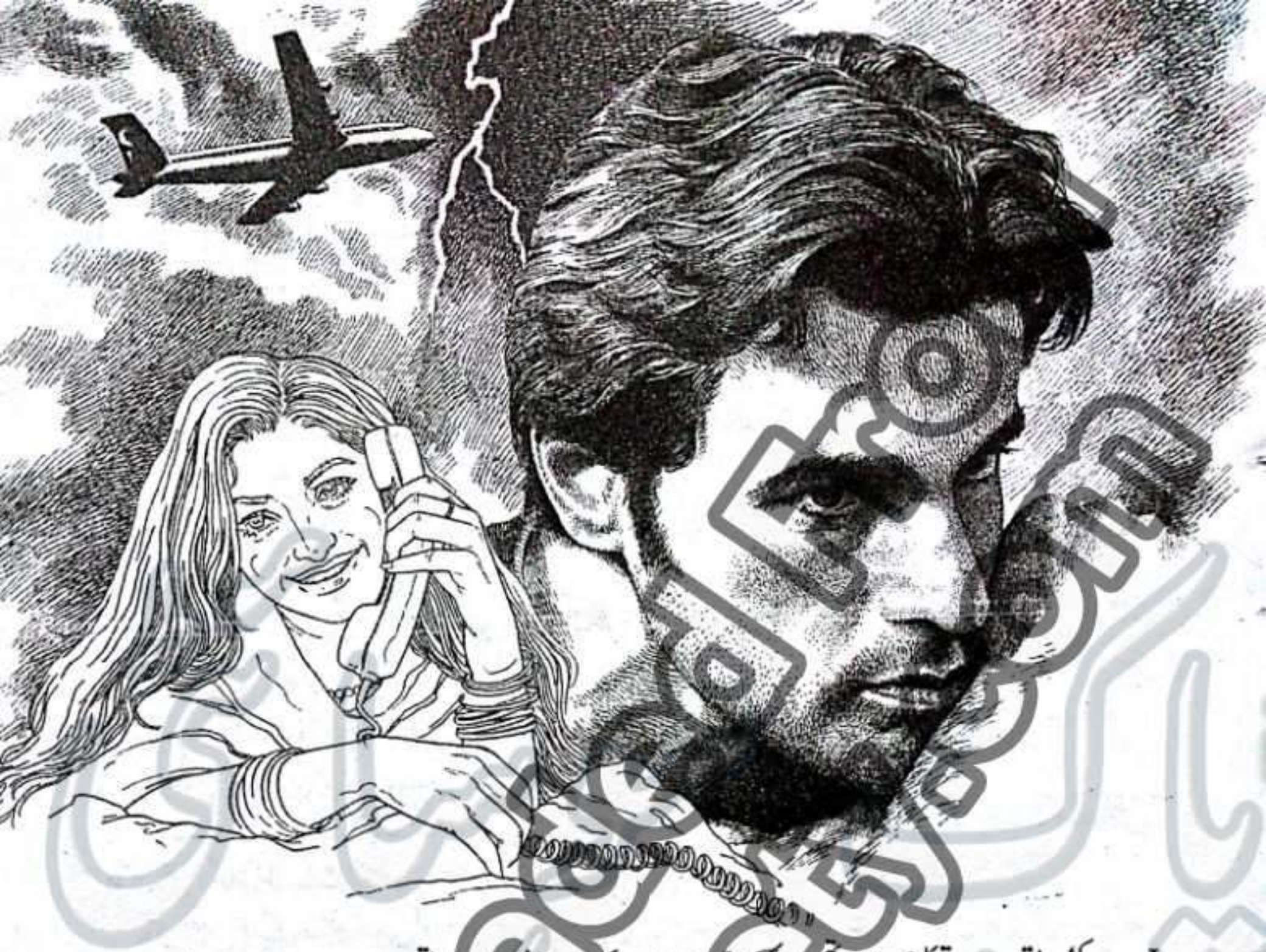

J۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ نینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک حرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتا دیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرا دی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کر رہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کر دی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کر دیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بار بھی انکار کر دیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

چودھویں قسط

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امامہ نے جیسے اسے خبردار کیا تھا۔
"مجھے پروا نہیں ہے' اس کا بھی کچھ نہ کچھ انتظام کرلوں گا میں۔۔۔ فی الحال تو میں نے اپنی لیگل ٹیم سے کہا ہے کہ وہ اس کے بارے میں مجھے ایڈوائس کریں۔۔۔ کورٹ کو اپروچ کیا جاسکتا ہے۔ اس بچی کے لیے۔۔۔ گارڈین شپ بدلی جاسکتی ہے۔ کوئی بہتر رشتہ دار ڈھونڈا جاسکتا ہے یا پھر کسی ویلفیئر ہوم کو اس کی ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے۔"
وہ امامہ سے کہہ رہا تھا اور اس ساری گفتگو کے دوران سالار سکندر نے ایک لمحہ کے لیے بھی اس بچی کو گود لینے کے آپشن پر سوچا ہی نہیں تھا' وہ صرف اس بچی کی بہتر نگہداشت چاہتا تھا اور اس کے لیے روپیہ خرچ کرنے پر تیار تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ پاکستان میں قیام کے دوران ہی چنی کے لیے کوئی بہتر جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔
یہ خیال پہلی بار اس گھر میں حمین کو آیا تھا جو دوسرے دن امامہ سے چنی کا نام پوچھنے کی جدوجہد کررہا تھا۔
"مجھے یاد ہی نہیں رہا تمہارے بابا سے اس کا نام پوچھنا۔"
امامہ کو اس کے استفسار پر یاد آیا۔ سالار اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ چنی' امامہ اور تینوں بچوں کے ساتھ لاؤنج میں تھی جہاں وہ عنایہ کے تھمائے ہوئے کچھ کھلونوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔ اس کے سر اور جسم پر موجود الرجی پر اب وہ کریم لگی ہوئی تھی جو امامہ تھوڑی دیر پہلے اسے ڈاکٹر کو دکھا کر تشخیص کرانے کے بعد لے کر آئی تھی۔
"Can I name her (میں اس کا نام رکھ دوں؟)"
حمین نے ماں کی بات کے جواب میں اسے تجویز پیش کی۔
"نہیں' تم یہ نہیں کرسکتے۔" اس سے کچھ فاصلے پر ایک کتاب پڑھتے ہوئے جبریل نے جیسے اسے لگام ڈالنے کی کوشش کی۔
"کیوں؟" حمین نے اپنا پورا منہ اور آنکھیں بیک وقت پوری طرح کھول کر انہیں گول کرتے ہوئے تعجب کی انتہا پر پہنچتے ہوئے کہا۔
"کیونکہ اس کا پہلے ہی ایک نام ہے۔" جبریل نے اسی ٹھنڈے انداز میں اس کے سوال کا جواب ایسے دیا جیسے اسے حمین کی کم عقلی پر افسوس ہورہا ہو۔
"تمہیں اس کا نام پتا ہے؟" تڑاق سے اگلا سوال جبریل کی طرف اچھالا گیا۔
"نہیں۔۔۔" جبریل گڑبڑایا۔ "مجھے اس کا نام نہیں پتا۔"
حمین نے اسی انداز میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسی ڈرامائی انداز میں کہا۔ "ممی اس کا نام نہیں جانتیں۔" وہ اب امامہ کی طرف متوجہ تھا۔ جو عنایہ کے لیے کچھ ڈرائنگ کررہی تھی۔ "عنایہ کو اس کا نام نہیں پتا۔" اس نے اب اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پھیلایا۔ "اوہ! پوری دنیا میں کسی کو بھی اس کا نام نہیں معلوم!"
وہ جیسے عدالت میں اس کا کیس لڑنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا رہا تھا۔
"اور تم۔۔۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اس کا کوئی نام ہو؟"
اس کے انداز میں اس قدر ملامت تھی کہ ایک لمحہ کو جبریل کو بھی مدافعانہ انداز اختیار کرنا پڑا۔ وہ بری طرح گڑبڑایا۔
"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"
"میں نے خود سنا ہے۔" حمین نے اپنے سینے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی موٹی موٹی سیاہ آنکھیں مکمل

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طور پر گول کرتے ہوئے اہم گواہ کا رول ادا کیا۔
جبرل نے فوری طور پر اپنا چہرہ کتاب کے پیچھے چھپانے میں عافیت سمجھی تھی۔ وہ اس چھوٹے بھائی کو تو تب ہی چپ نہیں کروا سکا تھا جب اسے بولنا نہیں آتا تھا اور اب چپ کروانا؟
"حمین! اس کے پیرنٹس نے اس کا کوئی نہ کوئی نام ضرور رکھا ہوگا۔ وہ اتنی بڑی ہے۔"
امامہ نے اس بار مداخلت کرنی ضروری سمجھی۔ حمین کو اس کی بات پر جیسے کرنٹ ہی لگ گیا۔
"پیرنٹس!" اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ جبریل کو کتاب ہٹا کر اسے دیکھنا پڑ گیا۔ "اوہ! مائی گاڈ!" حمین کی آواز صدمہ زدہ تھی۔ پھر یہ ان کے پاس کیوں نہیں ہے؟
اس نے اسی صدمے میں امامہ سے جیسے احتجاجاً کہا تھا اور یہ وہ سوال تھا جس کا جواب امامہ نہیں دے سکی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس سوال کے جواب میں چنی کے خاندان کے بارے میں اسے کیا بتائے۔ اس کی خاموشی نے حمین کو جیسے اور بے تاب کیا۔
"کیا اس کا کوئی بھائی یا بہن بھی نہیں ہے؟"
"نہیں! اس کا کوئی نہیں ہے۔" امامہ نے جواب دیا۔ حمین کا چہرہ کھل اٹھا۔
"تب تو میں اس کا نام رکھ سکتا ہوں۔" گفتگو جہاں سے شروع ہوئی تھی گھوم پھر کر وہیں آگئی تھی۔ حمین اپنی کوئی بات نہیں بھولتا تھا۔ یہ اس کے ماں باپ کی بدقسمتی تھی۔
"اوکے... تم اس کا نام رکھ لو۔" امامہ نے جیسے ہاتھ جوڑنے والے انداز میں اس کے سامنے ہتھیار ڈالے اور دوبارہ عنایہ کی ڈرائنگ کی طرف متوجہ ہوگئی۔
"ممی! کیا یہ ہمارے ساتھ رہے گی؟" حمین نے ایک اور سوال سے اسے مشکل میں ڈالنا ضروری سمجھا۔
"نہیں..." امامہ نے اسی طرح کام میں مصروف اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔
"کیوں؟" حمین نے جیسے چیخ نما انداز میں سوال کیا۔ امامہ صرف گہری سانس لے کر رہ گئی تھی۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ حمین کے پاس سوال ختم ہو جائیں یا وقتی طور پر کسی وقت رک جایا کریں۔
جب تمہارے بابا آئیں گے تو ان ہی سے پوچھنا۔" اس نے بلا کو اپنے سر سے ٹالنے کی کوشش کی۔
"ممی! کیا ہم اس کے اڈاپٹ کر سکتے ہیں۔" امامہ کا دماغ گھوم گیا تھا اس سوال پر۔
"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا۔" کوئی دوسری صورت حال ہوتی تو وہ اس سوال پر ہنس پڑتی لیکن محمد حمین سکندر نے اپنے ماں باپ کی حس مزاح کو ختم کر دیا تھا۔ ان کی برداشت کے پیمانے کے ساتھ ساتھ...
"تم اسے اڈاپٹ کیوں کرنا چاہتے ہو؟" جبریل نے جیسے ہول کر کہا تھا۔
"کیونکہ مجھے ایک بے بی چاہیے۔"
اس نے بے حد نروٹھے انداز میں کسی سے نظریں ملائے بغیر اعلان کیا۔ جبریل جیسے غش کھا گیا تھا۔ امامہ دم بخود اپنے ساڑھے تین سالہ بیٹے کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھی جبکہ لاؤنج میں آتے ہوئے سکندر عثمان اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکے تھے۔ حمین نے سکندر عثمان کو اندر آتے اور ہنستے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جا کر ان کی ٹانگوں سے لپٹا اور اس نے وہ مطالبہ ایک بار پھر پیش کیا۔
"ایک دن آئے گا جب بے بی آپ کے پاس ہوگا۔" انہوں نے اسے تھپکتے ہوئے تسلی دی۔
"ایک دن؟" حمین کی آنکھیں عادتاً گول ہوئیں۔ "آج کیوں نہیں؟"
اس نے ضد کی۔ سکندر عثمان نے زمین پر بیٹھی کھلونوں سے کھیلتی ہوئی چنی کو دیکھا جتنا ترحم اور احساس جرم سالار سکندر کے دل میں چنی کے لیے تھا اتنا ہی ترحم سکندر عثمان کے دل میں اس بچی کے لیے تھا۔ وہ جیسے ان

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دونوں کا مشترکہ احساس جرم تھی۔

"بیٹا! اسے واپس جانا ہے۔ وہ آپ کی بے بی نہیں ہو سکتی۔" سکندر عثمان نے اب حمین کو سمجھانے کی کوشش کا آغاز کیا۔

"اسے کہاں جانا ہے؟" حمین کو سکندر عثمان کی بات پر ایک نیا جھٹکا لگا۔ وہ جیسے ہکا بکا انداز میں چنی کو دیکھنے لگا۔ "اپنی فیملی کے پاس۔" سکندر عثمان نے مختصراً کہا۔ وہ اسے یتیم خانہ کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے تھے' نہ چنی کے حوالے سے مزید سوالوں کا پنڈورا باکس کھولنا چاہتے تھے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کا سوال اس صورت حال میں غلط ہو گیا تھا۔

"لیکن ممی نے تو کہا تھا اس کی کوئی فیملی نہیں ہے۔"

سکندر عثمان نے امامہ کو دیکھا۔ امامہ نے انہیں۔ "آپ کے بابا اس کو کسی نرسری میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔" امامہ نے اس کے لیے ایک جواب ڈھونڈا۔

"یہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہ سکتی۔ ہمارا گھر اتنا بڑا ہے۔" اس نے ہاتھ پھیلا کر "اتنا" پر زور دیا۔

سوال بے ساختہ تھا اور جواب بھی اسی میں تھا۔ بچے بعض دفعہ وہ حل چٹکی بجاتے پیش کر دیتے ہیں جن سے بڑے آنکھیں چراتے پھر رہے ہوتے ہیں۔ حمین کا یہ "حل" سالار سکندر نے بھی سنا جو اس وقت چند یتیم خانوں کا معلوماتی میٹریل اٹھائے لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا لیکن اس وقت حمین کا یہ حل ان سب کو حمین کی بچکانہ ضد اور فینٹسی سے زیادہ کچھ نہیں لگا تھا۔ وہ ابھی دو ہفتے اور پاکستان میں تھا اور وہ ان دو ہفتوں میں چنی کے حوالے سے کوئی فیصلہ کر لینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے وہ اس کے رشتہ داروں سے کورٹ کے ذریعے چنی کی گارڈین شپ لینے کے لیے مالی معاملات طے کرنے میں مصروف تھا۔

"یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔ یہ آپ کے دادا ابو کا گھر ہے۔" اندر آتے ہوئے سالار نے اس کے سوال کا جواب پیش کیا۔

حمین سوچ میں پڑا۔

"آپ کے بابا صحیح کہہ رہے ہیں۔" امامہ نے جیسے اس کی خاموشی پر سکون کا سانس لیا۔ "ہمارے پاس گھر نہیں ہے۔" حمین الجھا۔ "یہ ہمارے ساتھ کنشاسا میں رہ سکتی ہے۔" حمین کو کنشاسا والے گھر کا خیال آیا۔

"لیکن وہ بھی ہمارا گھر نہیں ہے۔ ہم اسے جلد چھوڑ دیں گے۔ زیادہ سے زیادہ ایک سال میں۔"

سالار نے بے حد سنجیدگی سے اس کے ساتھ یوں بات کرنا شروع کر دی جیسے وہ کسی بڑے آدمی سے بات کر رہا ہو۔ اس کے تینوں بچے غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے اور یہ ان کے جینز میں ودیعت ہوئی تھی مگر یہ غیر معمولی ذہانت جو جبریل اور عنایہ کی شکل میں انہیں نعمت لگی تھی' حمین کی شکل میں مصیبت بن گئی تھی۔

حمین ابھی بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ جیسے چنی کے لیے ایک گھر کی تلاش میں تھا جہاں اسے رکھا جا سکتا اور امامہ کو گھر کے ذکر پر جیسے اپنا گھر یاد آ گیا تھا۔ "ہمارے پاس ہمارا اپنا گھر کیوں نہیں ہے؟"

"ہمارا اپنا گھر ہو گا۔" امامہ نے حمین کو جیسے بہلایا۔

"کب....."

"بہت جلد....."

امامہ چائے بنا کر سالار اور سکندر عثمان کو پیش کر رہی تھی جو ملازم چند لمحے پہلے رکھ کر گیا تھا۔

"اسی لیے منع کرتا تھا میں کہ فضول خرچیاں مت کرو۔ وقت پر ایک گھر بنا لو۔ جیسے تمہارے سارے بھائیوں نے بنا لیے۔" سکندر عثمان کو اس موضوع گفتگو سے وہ پلاٹ اور وہ انگوٹھی یاد آ گئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"وہ پلاٹ اس وقت ہوتا تو چار پانچ کروڑ کا ہو چکا ہوتا۔ اس رنگ کی اس وقت کی مارکیٹ پرائس سے ڈبل۔" سکندر عثمان نے روانی سے کہا۔ اپنے لیے چائے ڈالتی امامہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکی' الجھی۔

"کس رنگ کی؟" اس نے جیسے حیران ہو کر سکندر عثمان سے پوچھا۔

"جو رنگ تم نے پہنی ہوئی ہے۔" سکندر عثمان نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ سالار کو غلطی کا احساس ہوا۔ اسے سکندر کو اس موضوع پر آنے سے پہلے موضوع بدل دینا چاہیے تھی لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ امامہ نے بے یقینی سے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دیکھا۔ پھر سالار کو پھر سکندر عثمان کو۔۔۔"

"یہ پلاٹ بیچ کر آئی ہے؟"

"ہاں۔۔۔ ایک کروڑ 37 لاکھ کی۔۔۔ ذرا سوچو' دس گیارہ سال پہلے وہ پلاٹ نہ بکتا تو آج وہ اسلام آباد میں جس جگہ پر ہے اس سے چار پانچ گنا قیمت ہو چکی ہوتی۔ رنگ تو اتنی قیمتی نہیں ہو سکتی وقت کے ساتھ۔۔۔"

سکندر عثمان نے نہ امامہ کے تاثرات پر غور کیا تھا' نہ سالار کے۔۔۔ وہ روانی میں چائے پیتے ہوئے بات کہتے چلے گئے تھے۔ امامہ ساکت اور دم بخود سالار کو دیکھ رہی تھی جو اس سے نظریں چرائے چائے پینے میں مصروف تھا۔ وہ اس وقت یہی کر سکتا تھا۔ کمرے میں یک دم اپنی بات کے اختتام پر چھانے والی خاموشی سے سکندر عثمان کو لگا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے وہ رکے' انہوں نے ساکت بیٹھی امامہ کو دیکھا' جو سالار کو گھور رہی تھی اور پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں انہیں اس خاموشی کی وجہ سمجھ میں آگئی۔

"اسے اب بھی نہیں پتا؟" انہوں نے بے یقینی سے اپنے بیٹے سے پوچھا جس نے بک سامنے پڑی ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑے تحمل سے کہا۔

"اب۔۔۔ پتا چل گیا ہے۔" سکندر عثمان کی سمجھ میں نہیں آیا' وہ فوری طور پر اس انکشاف کے بعد کس رد عمل کا اظہار کرتے جو ایک راز کو غیر ارادی طور پر افشا کرنے پر ان کی شرمندگی کو چھپا لیتا۔

امامہ نے اپنے ہاتھ کی پشت کو پھیلا کر اس انگوٹھی کو دیکھا۔۔۔ پھر سکندر عثمان کو۔۔۔ پھر سالار کو۔۔۔ وہ اگر کہتا تھا کہ وہ انمول تھی تو غلط نہیں کہتا تھا۔ اس کی زندگی میں بہت سارے لمحے آئے تھے۔ جب اس کا دل بس سالار کے گلے لگ جانے کو چاہا تھا۔ کسی لفظ' کسی اور اظہار کے بغیر۔۔۔ احسان مندی اور تشکر کے لیے دنیا میں موجود سارے لفظ کبھی کبھی اس جذبے اور احساس کو کسی دوسرے تک پہنچانے کے لیے چھوٹے پڑ جاتے ہیں جو انسان کے اندر سے کسی دوسرے کے لیے کسی چشمے کی طرح امڈتا ہے۔ اس کا دل بھی اس وقت سالار سے صرف لپٹ جانے کو چاہا تھا۔ بچوں کی طرح۔۔۔ وہ زندگی میں کتنی بار اسے اس طرح گونگا کرتا رہے گا۔

اس نے سامنے بیٹھے اس شخص کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا جو اس کی زندگی کی کتاب کا سب سے خوب صورت ترین باب تھا۔ یہ اس انگوٹھی کی قیمت نہیں تھی۔ جس نے امامہ ہاشم کی زبان سے لفظ چھین لیے تھے۔ یہ دینے والے شخص کی بے لوث محبت تھی جس کے سامنے امامہ کھڑی نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ کیا کہتی۔۔۔ وہ سالار سکندر سے کیا کہہ سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"تم نے رنگ اتار دی؟" اس رات سالار امامہ کے ہاتھ میں اس رنگ کو نہ پا کر پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں کہ اتنی قیمتی رنگ ہر وقت پہنے پھروں۔" امامہ نے اسے جواباً کہا۔ وہ اپنے فون پر کچھ ٹیکسٹ میسجز چیک کرنے میں مصروف تھی۔ سالار ٹی وی پر کوئی نیوز چینل لگائے بیٹھا تھا' جب چینل

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سرفنگ کرتے ہوئے اس کی نظر امامہ کے ہاتھ پر پڑی تھی جو اس کے قریب صوفے پر بیٹھی اپنے فون میں گم تھی۔
"تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھی اس کی قیمت۔" اس نے سالار سے کہا۔
"صرف اسی خدشے کے تحت نہیں بتایا تھا تمہیں... اور دیکھ لو میرا اندازہ ٹھیک تھا... تم اسے بھی اب لاکر میں رکھ دو گی۔"
سالار کچھ ناخوش سا دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک لمحہ کے لیے امامہ خاموش رہی' پھر اس نے کہا۔
"تو اور یہاں رکھوں... ساتھ لیے پھرنا بے وقوفی ہے' گم ہو جائے تو؟ مجھے پہلے بھی اس کے گم ہونے کا اتنا صدمہ ہوا تھا اور اب تو... ہارٹ اٹیک ہی ہو جائے گا مجھے جو ایک کروڑ سے بھی مہنگی انگوٹھی میں گم کر دوں۔"
"تقریباً" سوا دو کروڑ۔" سالار ٹی وی پر نظریں جمائے بڑبڑایا۔ امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔
"کیا...؟"
"اس کی موجودہ قیمت..." وہ اسی انداز میں اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر بولا۔
"اسی لیے تو نہیں پہن رہی... بے وقوفی تھی ویسے یہ..." اس نے ایک ہی سانس میں کچھ توقف کے بعد کہا۔
"کیا؟" سالار اس بار اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"ایک پلاٹ بیچ کر انگوٹھی خریدنا... اور وہ بھی اتنی مہنگی... میں تمہاری جگہ ہوتی تو کبھی نہ خریدتی۔"
"اسی لیے تم میری جگہ نہیں ہو امامہ..." سالار نے جتانے والے انداز میں اسے کہا۔ وہ نادم ہوئی تھی لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا۔
"وہ پلاٹ ہوتا تو آج اسے بیچ کر گھر بنا چکے ہوتے ہم..." اس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سالار سے کہا۔
"تمہارے خوابوں کا ایکڑوں پر پھیلا ہوا گھر چند کروڑ میں بن جاتا؟"
وہ اب اسے چڑانے والے انداز میں کچھ یاد دلا رہا تھا اور امامہ کو ایک جھماکے کے ساتھ وہ اسکریپ بک یاد آئی' جس میں اس نے اپنے ممکنہ گھر کی ڈھیروں ڈرائنگز بنا رکھی تھیں... گھر کے نقشے ہی نہیں کمروں کی کلر اسکیم تک... گھر کے اندر کی سجاوٹ کی تفصیلات تک... اور وہ اسکریپ بک گھر کے بہت سے دوسرے سامان کے ساتھ سکندر عثمان کے گھر کی اوپری منزل کے دو کمروں میں اسٹور کیے ہوئے سامان کے ساتھ کہیں رکھی ہوئی تھی۔ دس سال پہلے امریکہ شفٹ ہونے کے بعد وہ اسکریپ بک اس کے پاس تھی لیکن وہاں سے کانگو جانے سے پہلے وہ اپنا کچھ سامان پاکستان چھوڑ گئی تھی اور اس میں وہ اسکریپ بک بھی تھی اور شاید اس کی قسمت میں بچنا تھا۔ اس لیے وہ بچ گئی تھی ورنہ کانگو میں پڑے اس کے باقی سامان کے ساتھ جل کر خاک ہو چکی ہوتی۔
"اچھا کیا مجھے یاد دلا دیا۔ میں تو کل ہی وہ اسکریپ بک نکالتی ہوں۔ مدت ہو گئی اسے دیکھے اور اس میں کچھ add کیے۔"
امامہ کا ذہن برق رفتاری سے انگوٹھی سے ہٹ کر گھر پر چلا گیا تھا اور پتا نہیں کیا ہوا' پھر ٹی وی دیکھتے دیکھتے سالار کو امریکہ میں خریدے اور پھر بیچ دیے جانے والے اس گھر کا خیال آیا تھا۔ جس کے بارے میں اس نے امامہ کو بتایا تک نہیں تھا۔
"تمہیں ایک چیز دکھاؤں؟" سالار نے ریموٹ کا میوٹ کا بٹن دباتے ہوئے ٹی وی کی آواز بند کی اور سامنے ٹیبل پر پڑے اپنے لیپ ٹاپ کو اٹھا لیا۔
"کیا؟" وہ دوبارہ اپنے سیل فون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے چونکی۔
سالار اب لیپ ٹاپ کھول کر اس میں سے تصویروں والے حصے میں جا کر اس گھر کی تصویریں ڈھونڈ رہا تھا اور وہ چند منٹوں کی جدوجہد کے بعد اسکرین پر نمودار ہو گئی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہ کیا ہے؟" امامہ نے ایک کے بعد ایک اسکرین پر نمودار ہونے والی ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے سالار کو دیکھا۔

"ایک گھر... ایک جھیل... اس کے گرد پھیلا لان..."

وہ اس کی بات پر ہنسی...

وہ تو مجھے نظر آرہا ہے... لیکن کس کا گھر ہے؟

اس نے سالار سے پوچھا "اور مجھے کیوں دکھا رہے ہو؟"

"تم نے کبھی پہلے یہ تصویریں دیکھی ہیں؟" سالار نے ایک لمحہ کے لیے ٹھٹھک کر اس سے پوچھا۔

"نہیں... کیوں؟" امامہ نے اس کے سوال پر کچھ حیران ہو کر پوچھا۔

"جب حمین پیدا ہوا تھا اور میں تمہارے پاس امریکہ سے آیا تھا تو تم نے مجھے بتایا تھا کہ اس رات تم نے خواب میں ایک گھر دیکھا تھا کیا وہ گھر ایسا تھا؟ تمہیں وہ خواب یاد ہے نا؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

"ہاں یاد ہے۔" وہ ایک لمحہ کے لیے ٹھٹھکی "لیکن وہ گھر ایسا نہیں تھا... وہ جھیل بھی ایسی نہیں تھی۔" امامہ نے جیسے اپنی یادداشت پر زور دیا۔ "خواب بے شک پرانا تھا لیکن تخیل کبھی پرانا نہیں ہوتا..." اور یہ کہہ کر اس نے جیسے سالار کے احساس جرم کے غبارے کی ہوا نکال دی تھی وہ بے اختیار ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو یہ سب؟ اور یہ کس کا گھر ہے؟" امامہ کو اب الجھن ہوئی۔

"تمہارے لیے خریدا تھا۔" سالار نے ایک بار پھر ان تصویروں کو سکرول کرنا شروع کر دیا۔

امامہ کو اس کی بات پر جیسے جھٹکا لگا تھا۔ "کیا مطلب؟ میرے لیے؟"

"ہاں تمہارے لیے mortgage کیا تھا امریکہ میں۔ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا تمہاری برتھ ڈے پر گفٹ کر کے... لیکن۔"

وہ اب ان تصویروں کو باری باری دیکھتے ہوئے بات کرتے کرتے آخری تصویر پر جا کر رکا۔

"لیکن...؟" امامہ نے اس کے خاموش ہونے پر پوچھا۔

"لیکن پھر میں نے اسے بیچ دیا کانگو دوبارہ آنے سے پہلے۔" سالار نے تصویروں کے فولڈر کو بند کر کے اسے ڈیلیٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سودے میں دنیا میں تو گھر لے سکتا تھا۔ جنت میں گھر نہیں لے سکتا تھا۔"

اس نے لیپ ٹاپ اسکرین سے نظریں ہٹا کر امامہ کو دیکھا اور عجیب انداز میں مسکرایا۔ شرمندگی، ندامت، بے چارگی... سب کچھ تھا اس مسکراہٹ میں... یوں جیسے کسی نے ہتھیار ڈالے ہوں۔

"تم لے بھی لیتے تو بھی میں اس گھر میں کبھی نہ جاتی۔ صرف ایک گھر ہی کی تو فرمائش کی ہے تم سے پوری زندگی میں... وہ بھی حرام کے پیسے سے بنا کر دیتے مجھے۔" امامہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں تمہارے خوابوں کا گھر بنا کر دینا چاہتا تھا۔ ایکڑوں پر پھیلا۔ جھیل کے کنارے... سمر ہاؤس اور گزیبو والا۔" سالار نے ٹھنڈی سانس لی "اور جلد بنانا چاہتا تھا۔ بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے۔" اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

امامہ نے سر جھٹکا "تم واقعی بے وقوف ہو... میرے خوابوں کے گھر کی اینٹیں حرام کے پیسے سے رکھی جائیں۔ یہ خواہش نہیں کی تھی میں نے... اور ایکڑوں کا گھر تم سے کہا تھا لیکن دعا تو اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں کہ وہ اس کو مکمل کرے اور اتنے وسائل دے... تم سے ایک بار بھی میں نے نہیں کہا کہ اتنا کماؤ یا اسی سال گھر کھڑا کر کے دو۔ اتنے سالوں میں ایک بار بھی تم سے ضد کی کہ اس سال ضرور، لے کر ہی دو گھر... کبھی بھی یاد دہانی نہیں کرائی میں نے... پھر کیوں جلدی تھی تمہیں اس گھر کے لیے کہ تمہیں mortgage کرنا پڑا۔"

اسے افسوس ہو رہا تھا۔ "تم نے کبھی مجھ سے نہیں کہا۔ مجھے ریمانڈر نہیں دیے لیکن مجھے پتا تو تھا نا کہ تمہاری

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خواہش ہے یہ۔۔۔ میں چاہتا تھا میں تمہاری یہ خواہش پوری کروں۔۔۔ تم نے صرف ایک چیز مانگی تھی مجھ سے۔۔۔ اس لیے۔"

وہ اس سے کہتا جا رہا تھا۔ امامہ ہنس پڑی۔

"تم خواب دیکھ رہے ہو سود سے پاک ایک اسلامی مالیاتی نظام کا جسے دنیا میں رائج کر سکو۔۔۔ اور میں خواب دیکھتی ہوں ایک ایکڑوں پر پھیلے گھر کا۔۔۔ حلال کے پیسے سے بنے ہوئے گھر کا۔۔۔ خواب تمہارا بھی اللہ ہی پورا کر سکتا ہے اور میرا بھی۔۔۔ اس لیے اسے اللہ پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ ویسے بھی میں نے سوچا ہے وہ انگوٹھی بیچ کر اس سے کوئی پلاٹ تو لے کر رکھ ہی سکتی ہوں میں۔"

سالار نے بے حد خفگی سے اس کی بات کاٹی۔ "تم اسے بیچ دو گی؟"

وہ ہنس پڑی "نہیں۔۔۔ تم سمجھتے ہو میں اسے بیچ سکتی ہوں؟"

"ہاں!" سالار نے اسی نروٹھے انداز میں کہا۔ "وہ ایک بار پھر ہنس پڑی "تمہیں پتا ہے دنیا میں صرف ایک ہی مرد ہے جو میرے لیے ایسی انگوٹھی خرید سکتا ہے۔"

"اب تم رو کر مجھے جذباتی کرو گی۔" سالار نے اس کی آنکھوں میں ابھرتی نمی کو دیکھ کر حفاظتی بند باندھنے کی کوشش کی۔۔۔ اسے ٹوکا۔

"یہ انگوٹھی invaluable (انمول) ہے۔۔۔ تم invaluable (انمول) ہو۔" اس نے ٹھیک بھانپا تھا۔ امامہ کی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

"پھر ایک بات مانو۔" سالار نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"کیا؟"

"اسے ہاتھ میں پہن لو۔"

"گم ہو جائے گی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"میں اور لے دوں گا۔" اس نے امامہ کے آنسو پونچھے۔

"تمہارے پاس اب بیچنے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔" امامہ نے آنسوؤں کی بارش میں بھی ہوش مندی دکھائی تو وہ ہنسا۔

"تم مجھے ایسٹیمیٹ کر رہی ہو۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا باہر پڑے میٹرس پر سویا ہوا حمین جاگ گیا تھا۔ وہ دونوں بیک وقت اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ نیند میں کچھ بڑبڑایا تھا۔

"اب یہ کیا کہہ رہا ہے؟" سالار حیران ہوا۔ اس نے پہلی بار اسے نیند میں باتیں کرتے دیکھا تھا۔

"شاید تسلی نہیں ہوئی اس کی۔۔۔ کوئی بات ہو گی کرنے والی جو اس وقت یاد آئی ہو گی 'کرنا۔" امامہ نے گہرا سانس لے کر اٹھ کر حمین کی طرف جاتے کہا' جو میٹرس پر بیٹھے آنکھیں بند کیے کچھ اس طرح بول رہا تھا جیسے کوئی ضروری بات کسی سے کر رہا ہو۔

امامہ نے اسے دوبارہ لٹا کر تھپکنا شروع کیا اور اس کے برابر میں انگوٹھا منہ میں ڈالے لیٹی ہوئی چنی کو دیکھا جو گہری نیند میں تھی۔۔۔ اس کا میٹرس حمین کے میٹرس کے برابر میں تھا۔ اگر اسے ہونے والی سن الرجی کی وجہ سے امامہ احتیاط نہ کر رہی ہوتی تو وہ چنی کو اپنے میٹرس پر ہی سلا چکا ہوتا کیونکہ وہ چنی کو ان لوگوں کی تمام کوششوں کے باوجود اپنی "لے پالک اولاد" مان چکا تھا۔

"سالار! اس کے بارے میں جو بھی طے کرنا ہے جلد کرو۔۔۔ حمین جس طرح اس سے اٹیچ ہو رہا ہے۔ میں

Downloaded From
paksociety.com

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں چاہتی کچھ اور وقت یہاں رہنے کے بعد یہ یہاں سے جائے تو وہ اپ سیٹ ہو۔"

امامہ نے حمین کو تھپکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر چنی پر پڑی چادر ٹھیک کرتے ہوئے سالار سے کہا۔

"صبح طے کر لو کہ اسے کہاں چھوڑ کر آنا ہے تو اسے چھوڑ آتے ہیں۔ جو دو چار ادارے مجھے مناسب لگ رہے ہیں ان کے بارے میں انفارمیشن تو لے آیا ہوں۔"

سالار نے بیڈ کی طرف جاتے ہوئے جس کام کو بہت آسان سمجھتے ہوئے امامہ کو ہدایات دی تھیں۔ وہ کام اتنا آسان ثابت نہیں ہوا تھا۔

اگلے دن وہ اس بچی کو لے کر ان چاروں اداروں میں گئے تھے جہاں وہ اسے رکھنا چاہتے تھے۔ دو اداروں نے مناسب قانونی کارروائی کے بغیر اس بچی کو فوری طور پر اپنی تحویل میں لینے سے انکار کر دیا۔ جن دو اداروں نے اس بچی کو وقتی طور پر لینے پر آمادگی ظاہر کی تھی' وہاں بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کے انتظامات دیکھ کر وہ دونوں خوش نہیں ہوئے۔

شام کو وہ پھر چنی کے ساتھ واپس گھر پہنچ چکے تھے اور حمین کی باچھیں چنی کو ایک بار پھر دیکھ کر کھل گئی تھیں۔ وہ صبح بھی بڑی مشکل سے ہی چنی کو رخصت کرنے پر تیار ہوا تھا اور اب چنی کی واپس آمد اس گھر میں اس کے لیے ایک بگ نیوز تھی اور چنی بھی اسے دیکھ کر کچھ اسی طرح نہال ہوئی تھی۔۔۔ دو دن منہ سے کچھ بھی نہ بولنے کے باوجود اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی مسکراہٹ اور کھلکھلاہٹ یہ عیاں کرنے کے لیے کافی تھی کہ اس پر بھی حمین کا سامنا کرنے پر اثر وہی ہو رہا تھا جو حمین پر ہوا تھا۔

اگلے چند دن سالار نے چنی کی گارڈین شپ کے حوالے سے قانونی کارروائی کرنے اور چنی کی پیدائش اور پیدائش سے متعلقہ باقی کاغذات پورے کرنے کی کوشش کی اور جب دو تین دنوں میں وہ ان کاموں میں پھنسا رہا تو حمین نے چنی کے بارے میں یہ بھی دریافت کر لیا تھا کہ وہ "گونگی" تھی کیونکہ وہ ان تین چار دنوں میں بالکل خاموش رہی تھی۔ صرف ضرورتاً" زبان سے آوازیں نکالتی رہی تھی جو بہت محدود اور اوں آں تک محدود تھیں اور یہ چنی کے بارے میں ایک بے حد خوفناک انکشاف تھا جس نے امامہ اور سالار دونوں کو ہلا دیا تھا۔

"Mummy ! she is dumb" (ممی! یہ گونگی ہے) "dumb (گونگی)۔۔۔" امامہ کو یقین نہیں آیا حمین نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے پورا یقین ہے۔"

اس نے امامہ کو اس دن کی سب سے "اہم" اطلاع دی جو اس نے پچھلے چند دنوں میں چنی کی مسلسل خاموشی سے اخذ کی تھی۔

"نہیں سن تو رہی ہے۔۔۔" امامہ نے چنی سے بات کرنے کی کوشش کے بعد نتیجہ نکالتے ہوئے کہا۔۔۔ وہ ہر آواز پر متوجہ ہوتی تھی۔

"ممی! یہ امپورٹنٹ نہیں ہے۔۔۔" حمین ماں کے اطمینان پر خوش نہیں ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا اس کی اپنی تشخیص ٹھیک تھی اور اسے ہی وزنی سمجھا جانا چاہیے۔۔۔ "The most important thing is to talk and she can't talk"

(اہم بات بولنا ہے اور یہ بول نہیں سکتی) حمین نے اس کی معذوری پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنی آنکھوں میں حتی المقدور رنجیدگی اور افسوس شامل کیا۔

"The most important thing is to listen"

(سب سے اہم بات سننا ہے) امامہ نے بڑے غلط موقع پر اپنے بیٹے کو نصیحت کی کوشش کی۔ وہ چند لمحے خاموش رہ کر جیسے ماں کی بات پر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"I dont think so... There are so many things which can listen but only few can talk...

(میں ایسا نہیں سمجھتا۔ یہاں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو سن سکتی ہیں لیکن چند ہی ایسی ہیں جو بول سکتی ہیں۔)

محمد حسین سکندر کی دانائی نے امامہ کو ہمیشہ کی طرح چاروں شانے چت گرایا تھا... وہ اب لان میں موجود وہ ساری چیزیں ماں کو گنوا رہا تھا جو "سنتی" تھیں لیکن بول نہیں سکتی تھیں... اور ان چیزوں میں اس نے چنی اور اس کے ہاتھ میں پکڑی گڑیا کو بھی گنا تھا۔ امامہ نے ہاتھ جوڑ کر اس گنتی کو روکا تھا... وہ ایک چلتی پھرتی ٹاکنگ ڈکشنری تھا جو جو لفظ سنتا جیسے ریکارڈ کر لیتا تھا اور پھر ہر اس چیز کا نام دوبارہ دہرا سکتا تھا جو وہ ایک بار سن چکا ہوتا تھا۔

چنی کے بارے میں حسین کا یہ مشاہدہ اس وقت امامہ کو احمقانہ لگا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ بچی نئے ماحول میں آنے کی وجہ سے ابھی ایڈجسٹ نہیں ہوئی اس لیے بول نہیں پا رہی... بظاہر وہ وہاں بے حد پرسکون اور مطمئن نظر آتی... اس کی تاریخ پیدائش جان لینے کے بعد یہ ماننا مشکل تھا کہ ڈیڑھ سال کی چنی نے کوئی لفظ ہی نہ بولا ہو... امامہ نے بچوں کا سات آٹھ ماہ کی عمر میں ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو ادا کرنے کی صلاحیت کا مظاہرہ دیکھا تھا... لیکن اسے واقعی یہ اندازہ نہیں تھا جب آپ کسی کی نویں اور ان چاہی اولاد ہوں اور آپ کے گھر بھوک اور بیماری سے لے کر ہر وہ مسئلہ موجود ہو جو زمین پر کسی انسان کی زندگی جہنم بنا سکتا ہو۔ اور پھر آپ رشتہ داروں پر انحصار کرتے ہوں جہاں آپ کی زندگی کا واحد مصروف ماہانہ آنے والی رقم ہو اور اس کے علاوہ کسی کو آپ سے کوئی توقع ہو نہ آپ کی ضرورت تو دیکھنا اور بول پانا بہت بڑی "جدوجہد" بن جاتا ہے اور یہ جدوجہد انسان بچپن سے خود نہیں کر سکتا... چنی کی سب سے بڑی (کامیابی) یہ تھی کہ اس نے کسی کی طرف سے انگلی پکڑ کر چلانے کی کوشش نہ کرنے کے باوجود اپنے نحیف و نزار وجود کو اپنے قدموں پر کھڑا کرنا سیکھ لیا تھا... بول پانا ایک دوسری جدوجہد تھی جو اسے اس گھر میں کرنی تھی۔ وہ گونگی نہیں تھی لیکن اس گھر میں آنے سے پہلے اس نے کوئی لفظ پورا ادا نہیں کیا تھا... ساڑھے تین سال کا بچہ اپنے ایک ساتھی بچے کو کسی بڑے کی نسبت زیادہ آسانی سے بوجھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

چنی کے نصیب میں کسی ادارے میں پرورش پانا نہیں لکھا تھا اس کے نصیب میں سالار سکندر کے گھر میں ہی پلنا بڑھنا لکھا تھا۔ جب تک سالار قانونی معاملات کو نپٹا کر چنی کے لیے ایک ادارے کا انتخاب کرتا چنی کو شدید نمونیہ ہو گیا تھا... دو دن کے بعد ان لوگوں کو واپس کانگو جانا تھا... ان کی تین ہفتے کی چھٹی ختم ہو رہی تھی۔ فوری طور پر چاہنے کے باوجود وہ چنی کو کسی ہاسپٹل یا فوسٹر ہوم میں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکے۔ ایک عجیب خدشہ ان دونوں کو لاحق ہوا تھا... اگر اس بچی کی اچھی نگہداشت نہ ہوتی اور وہ ان کے اس طرح چھوڑ جانے پر خدانخواستہ مر جاتی تو وہ خود کو کبھی معاف نہ کر پاتے... سالار اور امامہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ امامہ بچوں کے ساتھ تب تک وہیں رہے گی جب تک چنی کی حالت سنبھل نہیں جاتی سالار واپس چلا گیا تھا۔

امامہ دو ہفتے اور پاکستان میں رہی۔ چنی کی حالت سنبھل گئی تھی مگر اب وہ بچوں کے ساتھ اور خاص طور پر حسین کے ساتھ اس طرح اٹیچ ہو گئی تھی کہ وہ ان سے الگ ہونے پر تیار ہی نہیں تھی۔ سالار ان لوگوں کو پاکستان سے واپس لے جانے کے لیے آیا اور حسین کو بتائے بغیر وہ دوبارہ چنی کو ایک ادارے میں چھوڑنے گیا۔ وہ دونوں بار اس سے لپٹ کر چیخیں مار کر رونے لگی۔ وہ اس کے علاوہ کسی اور کی گود میں بھی جانے کو تیار نہیں تھی... وہ زبردستی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسے تھما کر باہر نکلتا اور اس کی چیخوں کی آواز سن کر کسی عجیب کیفیت میں واپس چلا آتا۔ وہ اس کی گود میں آتے ہی یوں چپ ہو جاتی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ جیسے وہ واقعی اپنے باپ کی گود میں ہو۔۔۔

وہ جبریل کو قرآن پاک خود حفظ کروا رہا تھا اور پاکستان سے چلے جانے کے بعد دو ہفتوں تک وہ روز اسکائپ پر جبریل کو پڑھاتا۔ پھر بچوں اور امامہ سے بات کرتا تو چنی بھی اسی ماحول کا حصہ ہوتی۔۔۔ وہ سالار کو اسکرین پر نمودار ہوتے دیکھ کر اسی طرح خوشی سے چیخیں مارتی۔ اوں آں کرتی۔۔۔ اور اس نے اپنی زندگی کا پہلا لفظ بھی سالار کے پاکستان آنے پر اسے دیکھ کر باقی بچوں کے ساتھ اس کی طرف بھاگتے ہوئے ادا کیا تھا۔۔۔ "با۔۔۔ باوہ سالار کی طرف بھاگتے ہوئے بولتی جا رہی تھی اور اس بات کو سب سے پہلے حمین نے نوٹس کیا تھا۔۔۔

"Oh my God! she can talk"

(اوہ خدا! یہ بول سکتی ہے)

سالار کی طرف بھاگتے ہوئے اس کے پیروں کو جیسے بریک لگ گئے۔ وہ اپنی موٹی آنکھیں گول کیے چنی کو دیکھ رہا تھا' جو اب سالار کی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی تھی۔ سالار عنایہ کو اٹھائے ہوئے تھا اور وہ اس کی ٹانگوں سے لپٹی۔۔۔ با۔۔۔ با۔۔۔ با۔۔۔ بابولتی جا رہی تھی۔۔۔ منہ اوپر کیے ہوئے۔۔۔ چمکتی آنکھوں کے ساتھ۔ الرجی کے مندمل ہوتے ہوئے نشانات والا چہرہ اور سر پر نئے نکلتے ہوئے سیاہ بالوں کی ہلکی سی تہ۔۔۔ اور صحت مند چہرہ۔۔۔ یہ وہ بچی نہیں تھی جسے ایک مہینے پہلے وہ مرغیوں کی گندگی کھاتے اٹھا کر لایا تھا۔۔۔

اس کے ٹراؤزر کے کپڑے کو اپنی مٹھیوں میں بھینچے' وہ اب مٹھیاں کھول کر بازو ہوا میں لہرا رہی تھی۔ سالار سکندر کی طرف۔۔۔ اس طرح کہ وہ اب اسے بھی اٹھائے گا جیسے اس نے عنایہ کو اٹھایا تھا۔۔۔ پدرانہ شفقت اگر کوئی چیز تھی تو اس وقت سالار نے چنی کے لیے وہی محسوس کی اور کس رشتے سے' یہ اس کی بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات کبھی بھی نہیں آسکتی تھی کہ۔۔۔ کچھ رشتے خون کے نہیں ہوتے نصیب کے ہوتے ہیں۔۔۔ سالار سکندر اور اس کا خاندان نصیب سے چنی کو ملا تھا۔

سالار نے عنایہ کو نیچے اتارا اور اپنے پیروں سے لپٹی چنی کو اٹھا لیا۔۔۔ وہ کھلکھلائی۔ اس نے عنایہ کی طرح باری باری سالار کے گال چومے پھر وہ سالار کی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کر اس کے ساتھ یوں چپک گئی کہ اب نیچے نہیں اترے گی۔۔۔ وہ پہلا لمحہ تھا جب سالار کو اندازہ ہوا چنی سے الگ ہونا وقت طلب کام ہے۔۔۔ وہ کیسے ان کے گھر اور زندگیوں کا حصہ بن گئی تھی' ان میں سے کسی کو احساس بھی نہیں ہوا تھا۔۔۔ سوائے حمین کے۔۔۔ جو دن میں تقریباً" تین سو بار یہ اعلان کرتا تھا۔۔۔

" That she finally has a sister "

(وہ اب اس کی بہن ہے)

چنی کے اسٹیٹس میں یہ تبدیلی جبریل کی کوششوں سے ممکن ہوئی تھی۔ جس نے کئی دن حمین کے ساتھ سر کھپانے پر اسے اس بات پر تیار کر لیا تھا کہ وہ چنی کو ایڈاپٹ کر کے اپنی اولاد بنانے کی بجائے اسے اپنی بہن بنا سکتا تھا۔۔۔ "بے بی سسٹر۔"

اور اب حمین کی اس بے بی سسٹر کو کسی دارالامان چھوڑنا سالار کے لیے عجیب جان جوکھوں کا کھیل بن گیا تھا۔ سالار سکندر کوئی بہت زیادہ جذباتی انسان نہیں تھا مگر اس ڈیڑھ سال کی بچی نے اسے عجیب دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

وہ واپس جانے سے پہلے امامہ کے ساتھ بیٹھ کر چنی کے لیے ہر امکان کو زیر غور لاتا رہا تھا اور ہر امکان کو رد کرتا رہا یہاں تک کہ امامہ نے کہہ ہی دیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم اسے ایڈاپٹ کرنا چاہتے ہو؟" ان سارے امکانات میں بس یہ ایک امکان تھا جس پر سالار بات نہیں کر سکا تھا اور اب اس امکان کے امامہ کی زبان پر آنے پر وہ خاموش نہیں رہ سکا۔

"ہاں... لیکن یہ کام تمہاری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا... ایڈاپٹ جو بھی کرے... پالنا تو تمہیں ہے، تم پال سکتی ہو؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

"پہلے کون پال رہا ہے؟" امامہ نے عجیب جواب دے کر جیسے سالار کو اس مشکل سے نکال لیا۔

"اگر اس کے نصیب میں زندگی تھی تو اس کی زندگی رہی... اس کے نصیب میں ہمارے گھر میں ہی پرورش پانا لکھا ہے تو ہم کیسے روک سکتے ہیں۔ شاید اس میں اس کی اور ہماری کوئی بہتری لکھی ہو گی۔"

امامہ نے سالار سے کہا تھا لیکن جو اس نے سالار سے نہیں کہا تھا، وہ یہ تھا کہ وہ سالار کے لاشعور میں موجود اس احساس جرم کو ختم کرنا چاہتی تھی جو چنی کی فیملی کے ساتھ ہونے والے حادثے سے پیدا ہوا تھا۔ اگر اس بچی کی اچھی تعلیم و تربیت کوئی کفارہ ہو سکتا تھا تو امامہ ہاشم اپنے شوہر کے لیے یہ کفارہ ادا کرنے کو تیار تھی۔

چنی کو ایڈاپٹ کرتے ہوئے سالار سکندر نے اس کو اپنی ولدیت بھی دی تھی... اس بچی کو ایڈاپٹ کرتے ہوئے سالار سکندر کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ بچی کفارہ نہیں تھی۔

رئیسہ سالار، اپنے نصیب میں اور اپنے سے منسلک ہر شخص کے نصیب میں خوش نصیبی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی... وہ ہما تھی۔ خوش نصیبی کا وہ پرندہ جو جس کے بھی سر پر بیٹھتا، اسے بادشاہ بنا دیتا اور اسے ایک بادشاہ ہی کی ملکہ بنتا تھا۔

☼ ☼ ☼

کانگو کا آخری سال سالار سکندر کے لیے کئی حوالوں سے بے حد ہنگامہ خیز رہا تھا۔ وہ ورلڈ بینک کے ساتھ اپنے آخری سال میں اپنے سارے معاملات کو وائنڈ اپ کر رہا تھا اور اس کی زندگی کے آدھے دن، رات جہاز پر سفر کے دوران گزر رہے تھے اور ان ہی روز و شب میں اس کی ملازمت کا دورانیہ ختم ہونے سے چند ہفتے پہلے اسے واشنگٹن بلایا گیا تھا... اور امریکی حکومت نے اسے ورلڈ بینک کے صدر کے عہدے کی پیش کش کی تھی... وہ آفر جو پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے اسے بلاواسطہ کی جاتی رہی تھی اور وہ اسے ایک سبز باغ سمجھ کر نظر انداز کرتا رہا تھا، وہ ایک ٹھوس حقیقت بن کر اس کے سامنے آ گئی تھی... انکار اتنا آسان نہیں تھا جتنا سالار سمجھتا تھا۔ یہ بہت بڑی ترغیب تھی کہ اس آفر پر غور کرتا... وہ جس پروجیکٹ پر کام کر رہا تھا اسے اناؤنس کرنے میں کچھ وقت باقی تھا۔

ورلڈ بینک کا پہلا، کم عمر ترین مسلمان صدر... 42 سال کی عمر میں اس عہدے پر کام کرنے کے لیے کوئی بھی، کچھ بھی کرنے کو تیار ہو سکتا تھا... وہ تاریخ کا حصہ بن سکتا تھا... بے حد آسانی سے صرف ایک عہدے کو قبول کر لینے سے... سالار سکندر نے زندگی کے اس مرحلے پر ایک بار پھر یہ اعتراف کیا تھا کہ ترغیبات سے بچنا اتنا آسان کام نہیں تھا جتنا وہ اسے سمجھنے لگ گیا تھا۔

اس نے امریکہ میں ہونے والی میٹنگ اور اس آفر کے بارے میں سب سے پہلے کانگو واپس آنے پر امامہ کو بتایا تھا۔ اس کے لہجے میں ضرور کچھ ایسا تھا جس سے امامہ کھٹکی تھی۔

"تو؟" اس نے سالار سے پوچھا۔

"تو کیا؟" سالار نے اسی انداز میں کہا۔ ان دونوں نے ابھی کچھ دیر پہلے کھانا کھایا تھا اور وہ ڈنر ٹیبل پر ہی تھے... سالار رات گئے واپس پہنچا تھا اور ہمیشہ کی طرح نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"تم نے کیا کہا؟" امامہ نے اس سے پوچھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں نے سوچنے کے لیے ٹائم لیا ہے۔" اس نے ڈیزرٹ کے پیالے سے ایک چمچ لیا۔ امامہ اس کے جواب سے جیسے بے حد ناخوش ہوئی۔

"سوچنے کے لیے ٹائم؟ تم انکار کر کے نہیں آئے؟" اس نے جیسے سالار کو یاد دلایا تھا۔

"انکار کیا تھا... قبول نہیں ہوا... مجھے سوچنے کے لیے کہا گیا ہے۔"

سالار نے سویٹ ڈش کا ایک اور چمچ لیا پھر پیالہ دور کھسکا دیا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو سالار؟" امامہ نے میٹھا نہیں کھایا تھا' اس کا پیالہ ویسے ہی پڑا رہا تھا۔ سالار اسے دیکھنے لگا ... دونوں بے حد خاموشی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر امامہ کی ناخوشی اور خفگی جیسے کچھ اور بڑھی تھی۔ اس نے سالار کے چہرے پر جیسے کچھ پڑھا تھا جو اسے پسند نہیں آیا تھا۔

"تم یہ آفر قبول کرنا چاہتے ہو؟" اس نے سالار سے ڈائریکٹ سوال کیا۔

"کرنی چاہیے کیا؟" سالار نے جواباً پوچھا۔

"نہیں۔" اتنا حتمی اور دو ٹوک جواب آیا تھا کہ سالار بول ہی نہیں سکا۔ اسے شاید پھر ویسے ہی جواب اور رد عمل کی توقع تھی جو اس نے نائب صدارت آفر ہونے پر اس کے سوال پر دیا تھا۔

"تمہیں یاد نہیں' تم کس مقصد کے لیے کام کر رہے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟" امامہ نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"بالکل یاد ہے۔"

"پھر الجھن کس بات کی ہے؟" امامہ نے پوچھا۔

الجھن نہیں ہے۔ صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ ابھی تھوڑا وقت چاہیے مجھے اپنے پروجیکٹ کو عملی شکل میں دنیا کے سامنے لانے کے لیے... ورلڈ بینک کے صدر کے طور پر کام کر لوں گا تو اس پروجیکٹ میں مجھے بہت مدد ملے گی ... میری اور اس پروجیکٹ کی repute بہت بڑھ جائے گی۔ ڈھیروں کمپنیز اور انویسٹرز ہماری طرف آئیں گے... بہت سی جگہوں پر مجھے تعارف کروانا ہی نہیں پڑے گا۔"

امامہ نے اسے ٹوکا "بس صرف یہ وجہ ہے؟" وہ اسے دیکھنے لگا۔ وہ پھر حتمی انداز میں اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ دنیا میں ان چند انسانوں میں سے تھی جن کے سامنے وہ جھوٹ بول نہیں پاتا... کوشش کرنے کے باوجود... کیونکہ وہ اس کا جھوٹ پکڑ لیتی تھی... پتا نہیں یہ بیویوں کی خصوصیت تھی یا صرف امامہ ہاشم کی۔

"ورلڈ بینک کے صدر کے طور پر ایک مسلمان کی تعیناتی ایک اعزاز بھی تو ہے۔" سالار نے اس بار بے حد مدھم آواز میں وہ ترغیب بھی سامنے رکھی۔

"ورلڈ بینک کیا ہے سالار... جن ہے... ہوا ہے... کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ سود کا کام کرنے والی قوموں کا ایک اجتماع' اور کیا ہے۔ کیا اعزاز والی بات ہے اس میں کہ سود کا کام کرنے والی ان قوموں کی سربراہی ایک مسلمان کے پاس ہو... یہ اعزاز نہیں' شرم سے ڈوب مرنے والی بات ہے کسی مسلمان کے لیے۔"

امامہ نے جیسے اسے آئینہ نہیں جوتا دکھا دیا تھا۔ وہ خفا تھی' ناخوش تھی اور بڑے آرام سے یہ دیکھ رہی تھی کہ یہ "ترغیب" تھی جو اس کے شوہر کے قدموں کی زنجیر بن رہی تھی۔

"جس پروجیکٹ پر تم کام کر رہے ہو اس میں کامیابی تمہیں اللہ تعالیٰ نے دینی ہے... تمہارے علم' تمہارے تجربے' تمہاری قابلیت اور ورلڈ بینک کے ساتھ منسلک رہنے والی شناخت نے نہیں... تم اب 40s میں آ چکے ہو... بچے بڑے ہو رہے ہیں' وقت گزرتا جا رہا ہے... پانچ سال ورلڈ بینک کا صدر رہنے کے بعد تم 47 سال کے ہو چکے ہو گے... پھر اس کے بعد تم ایک اسلامی مالیاتی نظام پر کام کرنا شروع کرو گے؟ جب تم اپنی ساری جوانی ورلڈ بینک کو دے چکے ہو گے... تم یقیناً "مذاق کر رہے ہو پھر... اپنے ساتھ... اور ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تم ایک

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ممکنہ انقلاب کا حصہ بنائے بیٹھے ہو۔"

وہ کہتے ہوئے ٹیبل سے اٹھ گئی اور برتن سمیٹنے لگی۔

"تمہیں پتا ہے امامہ! میری زندگی کا سب سے بہترین asset (اثاثہ) کیا ہے؟" سالار سکندر نے یک دم اس سے کہا۔ امامہ اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی۔ اس نے سالار سکندر کے کسی ممکنہ انکشاف میں دلچسپی نہیں لی تھی۔ وہ اس وقت اتنی ہی بددل تھی۔

"تمہاری یہ ظالمانہ صاف گوئی... جو مجھے میری اوقات میں لے آتی ہے... تم مجھ سے امپریس کیوں نہیں ہو جاتیں۔"

سالار کے انداز میں اعترافی بے بسی... خراج تحسین، شرمندگی اور معصومیت بیک وقت تھا۔ امامہ اس بار رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں الجھا تھا... tempt ہوا تھا۔ لیکن گمراہ نہیں... تم ٹھیک کہہ رہی ہو، وقت گزرتا جا رہا ہے... چیزیں سوچ سمجھ کر صبر سے کرنی چاہئیں لیکن تاخیر سے نہیں۔"

وہ اب اپنا اعترافی بیان دے رہا تھا۔ امامہ کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"مجھے تم سے متاثر ہونے، تمہارے گن گانے کے لیے بنایا ہی نہیں گیا سالار... اس کے لیے دنیا ہے... مجھے تمہیں چیلنج کر کے تمہیں آگے بڑھانے کے لیے تمہارا ساتھی بنایا گیا ہے... یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا۔" وہ اب مسکراتے ہوئے اس سے کہہ رہی تھی۔

"مجھے پتا ہے اور میں اس کی قدر بھی کرتا ہوں۔" وہ پھر اعتراف کر رہا تھا۔ وہ فیصلہ جو اس کے لیے مشکل بن رہا تھا وہ اس کی بیوی نے بے حد آسان کر دیا تھا۔ وہ آسانی چاہتا تھا... وہ مشکل کی طلب گار تھی... کیونکہ ہر مشکل میں آسانی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ آفر میڈیا کے ذریعے سے منظر عام پر آگئی تھی اور ورلڈ بینک کے اگلے ممکنہ صدر کے طور پر سالار سکندر کا نام بہت سی جگہوں پر اچھالا جانے لگا تھا۔ اس کے خاندان اور حلقہ احباب کے لیے یہ بے حد فخر کا باعث بننے والی خبر تھی اور سالار سکندر کے انکار کرنے کے باوجود کہ اس نے یہ عہدہ فی الحال قبول نہیں کیا، کوئی بھی یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ اس آفر کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا تھا یا اسے انکار کرنا چاہیے۔

سکندر عثمان خاص طور پر اس کے اس فیصلے سے بالکل بھی خوش نہیں ہوئے تھے کہ وہ اس آفر کو قبول کرنے کے بجائے کہ اپنے کیریئر کی اس اسٹیج پر ورلڈ بینک سے علیحدگی اختیار کر کے کچھ اور کرے گا... انہوں نے سالار سکندر سے "اور" کی تفصیلات جاننے میں بھی ذرہ برابر دلچسپی نہیں لی تھی۔ ان کا فوکس صرف اس بات پر تھا کہ وہ ورلڈ بینک کا صدر کیوں نہیں بننا چاہتا تھا۔ ایک عام باپ کی طرح وہ بھی اپنی اولاد کے لیے دنیاوی کامیابی چاہتے تھے۔ اور وہ دنیاوی کامیابی سامنے موجود تھی۔ بس ہاتھ بڑھا کر تھام لینے تک دور۔

"تم عقل سے پیدل ہو اور ہمیشہ پیدل ہی رہو گے..."

انہوں نے سالار کے ساتھ اپنی شدید خفگی کا اظہار میڈیا میں اس کے آفس کی طرف سے آنے والی اس خبر کے بعد کرتے ہوئے کہا تھا۔ جس میں اس کے آفس نے یہ بیان ریلیز کر دیا تھا کہ وہ ورلڈ بینک کی صدارت کا عہدہ سنبھالنے میں اپنی ذاتی وجوہات کی بنا پر انٹرسٹڈ نہیں اور صرف نائب صدر کے طور پر افریقہ میں اپنی ٹرم کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سالار چند دن کے لیے پاکستان آیا ہوا تھا اور سکندر عثمان نے ضروری سمجھا تھا کہ وہ ایک بار اسے سمجھانے کی کوشش ضرور کرتے اور اس کوشش کے دوران سالار کی بتائی ہوئی وجہ پر وہ سیخ پا ہو گئے تھے۔ ان کی وہ اولاد ساری عمر عجیب و غریب باتیں اور کارنامے کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئی تھی۔

"تم ورلڈ بینک کا صدر نہیں بننا چاہتے... وہ عہدہ جو پلیٹ میں رکھ کر تمہیں پیش کیا جا رہا ہے۔" وہ استہزائیہ انداز میں اس سے کہہ رہے تھے جو ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا بے حد خاموشی سے باپ کی لعنت ملامت سن رہا تھا۔

"تم سود سے پاک ایک اسلامی مالیاتی نظام بنانے کا خیالی پلاؤ پکاتے اور کھاتے رہنا چاہتے ہو۔" وہ اتنا تلخ ہونا نہیں چاہ رہے تھے جتنا تلخ ہو گئے تھے۔ تمہاری طرح ڈھیروں لوگ یہ خیالی پلاؤ بنا رہے ہیں ساری دنیا میں اور بناتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ نہ پہلے کوئی کچھ کر سکا تھا... نہ ہی آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔" وہ سالار سکندر کو جیسے آئینے میں وہ عکس دکھانے کی کوشش کر رہے تھے جو ان کے خیال میں اسے کوئی دکھا نہیں پا رہا تھا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے اس ذہنی فتور کے پیچھے امامہ کا ہاتھ ہو گا... اس سے مشورہ تو کیا ہو گا نا تم نے۔"

وہ بیٹے کی رگ رگ کو جانتے تھے اور اس وقت انہیں سالار کے ساتھ ساتھ امامہ پر بھی غصہ آ رہا تھا۔

"ہر نسل اسے خیالی پلاؤ سمجھے گی تو پھر یہ صدیوں تک خیالی پلاؤ ہی رہے گا... کسی ایک نسل سے کسی ایک فرد کو اٹھ کر اس کے لیے کچھ کرنا ہو گا... صرف حرام حرام کہہ کر تو ہم اس سودی نظام کے اندر نہیں جی سکتے..." سالار سکندر کو اپنے باپ کی باتیں کڑوا سچ لگی تھیں لیکن وہ انہیں نگلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"تم جانتے ہو سالار! یہ جو موجودہ نظام ہے۔ اسے ہٹانا کیوں مشکل ہے؟" سکندر عثمان نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کیونکہ یہ افراد کا بنایا ہوا نظام نہیں ہے... ریاستوں کا بنایا ہوا نظام ہے... فلاحی ریاستوں کا... وہ بے شک اسلامی نہ ہوں لیکن وہ اپنے اندر اس نظام کو چلا کر کم از کم اپنے معاشرے میں لوگوں کو ایک فلاحی سسٹم دیے ہوئے ہیں... تم افراد کو چیلنج کر سکتے ہو، تم ریاستوں کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ جب تک مسلم ممالک خود ایک مضبوط اقتصادی نظام بنانے کی کوشش نہیں کرتے، جب تک اسلامی فلاحی ریاستوں کی شکل میں سامنے نہیں آتے، کچھ نہیں بدلے گا... کہیں بھی... دنیا ایسی ہی رہے گی، جیسی ہے...

اقتصادی نظام کیا، ہر نظام صرف طاقت ور کا چلے گا... کمزور کی "عقل" میں کسی کو دلچسپی نہیں ہوتی... سکہ طاقتور کا چلتا ہے... یہ سود کی جنگ نہیں ہے... یہ قوموں کی جنگ ہے... ہم مسلمان ہیں... نکمے اور نااہل ہیں۔ قوم کے لیے نہیں اپنے لیے جیتے ہیں۔

اس وقت اس لیے مار کھا رہے ہیں اور کھاتے رہیں گے جب تک ایسے ہی رہیں گے... وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہ ان کے عروج کی صدی ہے، وہ باعلم اور باعمل ہیں۔ اپنی زندگیاں اپنی قوموں کے لیے قربان کرنے کا عزم اور حوصلہ رکھتے ہیں، اس لیے وہ راج کر رہے ہیں اور راج کرتے رہیں گے جب تک ان کے اندر یہ جذبہ موجود ہے... ہم بددعائیں دے دے کر کسی قوم کو زوال نہیں دلا سکتے... ہم دہشت گرد بن کر بھی کسی قوم کے کچھ لوگ مار سکتے ہیں، کچھ عمارتیں تباہ کر سکتے ہیں۔ خوف پھیلا سکتے ہیں... لیکن دنیا پر اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لیے ہمیں مغربی اقوام سے بڑھ کر باعمل ہونا پڑے گا... اور یہ مقابلہ بہت مشکل ہے اور یہ مقابلہ افراد نہیں کرتے، اقوام کرتی ہیں، متحد ہو کر۔"

سکندر عثمان نے جو بھی کہا تھا ٹھیک کہا تھا۔ سالار سکندر بھی کچھ سال پہلے تک ایسے ہی سوچتا تھا اور اس کی سوچ آج بھی وہی ہوتی تو وہ باپ کی ہاں میں ہاں ملاتا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔ جب تک کسی قوم کے افراد صرف اپنے لیے جئیں اور مریں گے' تب تک کچھ نہیں بدلے گا۔۔۔ جب لوگ قوم کے لیے سوچنا شروع کردیں گے سب کچھ بدل جائے گا۔"
اس نے سکندر عثمان سے کہا۔
"جن معاشروں اور اقوام کی مثالیں آپ دے رہے ہیں ان کے ڈھیروں افراد نے اپنی زندگیاں لیبارٹریز' لائبریریز اور اپنے اسٹڈی ٹیبلز پر صرف اس خواب اور عزم کے ساتھ گزاری تھیں کہ جو کام وہ فرد کے طور پر کر رہے ہیں' وہ ان کی قوم کے لیے بہتر ثابت ہو۔ ان میں سے کوئی بھی پرسنل گلوری کے لیے زندگی قربان نہیں کر رہا تھا' نہ وہ بانی اور موجد کے طور پر کوئی پہچان بنا کر تاریخ کا حصہ بننا چاہتے تھے۔۔۔ وہ بس اسٹیٹس کو توڑنا چاہتے تھے۔۔۔ اپنی قوم کے "کل" کو اپنے آج سے بہتر چاہتے تھے۔۔۔ اور یہی خواہش میری بھی ہے۔۔۔ ایک کوشش اپنی قوم کے لیے مجھے بھی کرلینے دیں۔۔۔ مقالے اور کتابیں لکھ لکھ کر اپنا بڑھاپا میں نہیں گزارنا چاہتا پاپا۔"
سکندر عثمان بہت دیر تک بول ہی نہیں سکے تھے۔ اس نے ان ہی کی باتوں کا حوالہ دے کر ان سے بحث کی تھی اور ہمیشہ کی طرح وہ بحث جیت گیا تھا۔
"ورلڈ بینک کے کتنے صدر گزرے ہیں مجھ سے پہلے۔۔۔ کسی کو نام بھی یاد نہیں ہوگا۔۔۔ انہوں نے ورلڈ بینک کے طور پر کیا کارنامے کیے ہوں گے' یہ بھی کسی کو یاد نہیں۔۔۔ یاد اگر کسی کو ہے تو ورلڈ بینک کا نام یاد ہے۔۔۔ کسی ہرکارے اور پرزے کا نام کسی کو یاد نہیں رہے گا۔۔۔ میں ایسے کسی ہرکارے اور پرزے کے طور پر تاریخ کا قصہ بننا نہیں چاہتا۔۔۔ ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں' شاید اس میں کامیاب ہوجاؤں اور ناکام بھی رہا تو بھی کوئی احساس جرم تو نہیں ہوگا۔۔۔ یہ احساس تو نہیں رہے گا کہ میں سود کھانے اور کھلانے والوں کے ساتھ زندگی گزار کر مرا۔"
سکندر عثمان سالار سکندر کی دلیلوں کا جواب کبھی بھی نہیں دے سکے تھے۔ تب بھی نہیں جب وہ ایک ٹین ایجر تھا۔۔۔ اور اب بھی نہیں۔ اب اس کے پاس جو دلیل تھی' وہ بے حد وزنی ہوگئی تھی۔
"ٹھیک ہے تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو۔"
انہوں نے بے حد مایوسی سے کہا۔ "تم نے پہلے کبھی میری بات نہیں مانی تو اب کیسے مانو گے۔۔۔ مجھے بس افسوس یہ رہے گا کہ تم بہت زیادہ کامیاب ہوسکتے تھے' اس سے کئی گنا زیادہ ترقی حاصل کرسکتے تھے لیکن تمہارے ذہنی فتور نے ہمیشہ تمہاری ٹانگ کھینچی اور یہ صرف تمہارا مسئلہ نہیں' ضرورت سے زیادہ ذہین ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔۔۔ تم لوگ ہمیشہ دو انتہاؤں کے درمیان جھولتے رہتے ہو۔۔۔ نہ خود چین سے رہتے ہو نہ اپنے سے وابستہ لوگوں کو رہنے دیتے ہو۔"
وہ طنز کرنے کے بعد اب ایک روایتی باپ کی طرح اسے مطعون کررہے تھے۔ سالار مسکرادیا۔ وہ باپ کی مایوسی کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ ان کا خواب توڑ رہا تھا۔
"مجھے یقین ہے پاپا! میں جو بھی کرنے جارہا ہوں وہ صحیح ہوگا۔ اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔" اس نے سکندر کو تسلی دی۔
"اور یہ یقین تمہیں کیوں ہے؟" سکندر اس کی تسلی کے باوجود طنز کیے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔
"کیوں کہ آپ نے زندگی میں جب جب مجھے جس بھی فیصلے سے روکا ہے' وہ میرے لیے بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔۔۔ آپ کی ممانعت گڈ لک چارم ہے میرے لیے۔"
سکندر عثمان ٹھیک کہتے تھے' وہ واقعی ڈھیٹ تھا مگر اس نے سینس آف ہیومر اپنے باپ سے ہی لیا تھا۔ جن کا پارہ لمحہ میں چڑھا اور اترا اور وہ ہنس پڑے۔
"کمینے!"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"شکریہ۔" سالار نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

☼ ☼ ☼

"اور یہ فلو کب سے چل رہا ہے تمہارا؟" فرقان نے سالار سے پوچھا تھا۔ وہ تقریباً" آٹھ مہینے کے بعد مل رہے تھے اور سالار ڈاکٹر سبط علی سے ملاقات کے بعد فرقان کی طرف آیا تھا۔ دو دن بعد اس کی واپسی کی فلائٹ تھی اور فرقان نے بالکل ڈاکٹروں والے انداز میں اس کے فلو کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا تھا۔

"یہ تو اب ایک ڈیڑھ ماہ سے کچھ مستقل ہی ہو گیا ہے' آتا جاتا رہتا ہے۔ سر درد کے ساتھ' شاید کسی چیز سے الرجی ہے۔" سالار نے لاپروائی سے کہا۔

"تم کوئی میڈیسن لے رہے ہو؟" فرقان نے پوچھا۔

"ہاں وہی اینٹی بائیوٹک لیکن کبھی اثر ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں۔" سالار نے بتایا۔

"تو تم بلڈ ٹیسٹ وغیرہ کروا لو' کہیں کوئی اور مسئلہ نہ ہو۔" فرقان اس وقت مر کے بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ مسئلہ اتنا بڑا ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ کسی معمولی بیماری کو دریافت کرنا چاہتا تھا اور یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اگلے دو دن لاہور میں اس کے کہنے پر سالار کے کروائے جانے والے ٹیسٹس نے فرقان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی تھی' اسے یہ یقین ہی نہیں آیا تھا کہ یہ رپورٹس سالار کی ہو سکتی ہیں۔

"کیوں مزید ٹیسٹس کیوں؟ کوئی ایسا سیریس مسئلہ تو نہیں ہے مجھے۔۔۔ فلو ہے' پہلے بھی ہوتا رہا ہے ٹھیک ہو جائے گا۔" دوسرے دن مزید ٹیسٹ کا کہنے پر سالار نے ایک بار پھر لاپروائی سے اس کی بات ہوا میں اڑانے کی کوشش کی تھی۔ اسے لاہور میں اس دن کاموں کا ایک ڈھیر نپٹانا تھا اور اس ڈھیر میں کسی ہاسپٹل میں جا کر کچھ مزید ٹیسٹ کروانا اس کے لیے بے حد مشکل کام تھا۔ فرقان خود میں اتنی ہمت پیدا نہیں کر سکا کہ وہ اسے بتا پاتا کہ اس کے ابتدائی ٹیسٹ کس چیز کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔

"یہ ضروری ہے سالار! کام ہوتے رہیں گے' کام ہو جاتے ہیں لیکن صحت پر کمپرومائز نہیں کیا جا سکتا۔" فرقان نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"صحت بالکل ٹھیک ہے یار! صحت کو کیا ہوا ہے۔۔۔ ایک معمولی فلو ہونے پر تم نے ڈاکٹروں کی طرح مجھے بھی ہاسپٹلز کے چکروں پر لگا دیا۔" سالار نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"اور ویسے بھی اگلے مہینے مجھے امریکہ جانا ہے' وہاں میڈیکل چیک اپ کروانا ہے مجھے اپنا۔۔۔ تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہے۔۔۔"

وہ اب اسے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا اور فون پر اسے کہہ رہا تھا کہ اسے کسی سے ملنا تھا اگلے پندرہ منٹ تک۔

"سب ٹھیک نہیں ہے سالار!" فرقان کو بالآخر اسے ٹوکنا پڑا۔

"کیا مطلب؟" سالار اس کی بات پر ٹھٹکا۔

"میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں آدھے گھنٹے میں" فرقان نے فون پر مزید کچھ کہے بغیر فون رکھ دیا تھا۔

سالار اس کے انداز پر الجھا تھا لیکن اس نے اسے صرف ایک ڈاکٹر کا پروفیشنلزم سمجھا تھا جو اسے اپنی صحت کے حوالے سے فکرمند دیکھ کر اپنی ذمہ داری کا ثبوت دے رہا تھا۔

"تم فوری طور پر کہیں نہیں جا رہے۔۔۔ مجھے اس ہفتے میں تمہارے تمام ٹیسٹس کروانے ہیں اور اس کے بعد ہی تم کہیں جا سکتے ہو۔"

فرقان واقعی نہ صرف آدھے گھنٹے میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا بلکہ اس نے سالار کو اپنی سیٹ کینسل کروانے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے لیے بھی کہہ دیا تھا۔
"کیا مسئلہ ہے فرقان! تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتے۔۔۔؟ کیا چھپا رہے ہو تم؟ کیوں ضرورت ہے مجھے اتنے لمبے چوڑے ٹیسٹس کی؟"
سالار اب پہلی بار واقعی کھٹکا تھا فرقان کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ اسے کچھ بتائے بغیر ٹیسٹ پر آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔
"میں صرف یہ کنفرم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی ٹیومر نہیں ہے۔"
وہ دنیا کا مشکل ترین جملہ تھا جسے ادا کرنے کے لیے فرقان نے وہ سارے لفظ اکٹھے کیے تھے' یوں جیسے سالار سے زیادہ وہ اپنے آپ کو یہ تسلی دینا چاہتا تھا کہ جو وہ رپورٹس اور اس کا طبی علم اسے بتا رہا تھا وہ غلط ثابت ہو جائے۔ وہ ہر قیمت پر غلط ثابت ہو جائے۔
"ٹیومر؟" سالار نے بے یقینی سے کہا۔
"برین ٹیومر۔" فرقان نے اگلے دو لفظ جس وقت سے کہے۔۔۔ سالار اس وقت سے بھی انہیں بول نہیں سکا' اس کے کان جیسے سائیں سائیں کرنے لگے تھے' حواس اور دماغ ایک ساتھ ماؤف ہوئے تھے' کئی لمحے وہ بے یقینی سے فرقان کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔
"یہ ٹیسٹس جو تم نے کروائے ہیں یہ انڈی کیٹ کر رہے ہیں کہ۔۔۔"
وہ خود بھی وہ جملہ پورا نہیں کر پایا۔۔۔ زندگی کا خوفناک ترین لمحہ تھا وہ۔۔۔ اور خوفناک ہی لگ رہا تھا سالار کو۔۔۔ وہ پاکستان کے بہترین اونکالوجسٹ میں سے ایک کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور فرقان کو اگر ایسی کچھ علامات نظر آئی تھیں تو وہ اندازے کی غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔" حمین نے امامہ کے ساتھ اسکول کوریڈور میں چلتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں قلقاری مارتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کیا(" Mummy! I have made you soo famous
(ممی میری وجہ سے آپ بہت مشہور ہو گئی ہیں۔)
امامہ پیرنٹ ٹیچر میٹنگ اٹینڈ کرنے اسکول آئی تھی اور حمین کو پڑھانے والا ہر ٹیچر حمین کی ممی سے ملنے کا خواہش مند تھا۔۔۔ اور وہاں اسکول میں جس سے بھی امامہ کی ملاقات ہوئی تھی اس نے امامہ کو حمین کی ممی کے طور پر ہی شناخت کیا تھا' حالانکہ اسی اسکول میں جبریل بھی قرآن پاک حفظ کرنا شروع کرنے تک پڑھتا رہا تھا۔۔۔ عنایہ بھی پڑھ رہی تھی اور رئیسہ نے بھی اسکول کی نرسری میں کچھ عرصے پہلے جانا شروع کیا تھا لیکن ایسی شہرت امامہ اور سالار کو ان کے بڑے دونوں بچوں نے نہیں دلائی تھی' جیسی حمین نے دنوں اور ہفتوں میں دلوا دی تھی۔ وہ ڈھائی سال کی عمر سے اس امریکن اسکول میں جانا شروع ہوا تھا اور اسکول میں اس نے عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی' کیونکہ اس اسکول میں ہر نیشنلٹی کا بچہ آ رہا تھا اور ان میں سے اسی فی صد فارن ڈپلومیٹس اور ملٹی نیشنل کمپنیز میں کام کرنے والے لوگوں کے بچے تھے اور دو سالوں میں اس اسکول میں محمد حمین سکندر کو ہر ایک جانتا اور پہچانتا تھا' جو اس شرف سے محروم تھا اس نے کم از کم حمین کے بارے میں سن ضرور رکھا تھا۔
اور اسکول میں ہونے والی وہ پیرنٹ ٹیچرز میٹنگز جو کبھی سالار اور امامہ کے لیے جبریل اور عنایہ کی وجہ سے فخر کا باعث ہوتی تھیں اب ایک کڑوی گولی تھی یا پھر تلوار کی دھار جس پر چلنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا' ہر ٹیچر کے پاس حمین کا ایک اعمال نامہ تھا جو وہ امامہ کو دکھانا چاہتا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"I am so disappointed" (میں بہت مایوس ہوئی ہوں)
امامہ نے اپنے ساتھ چلتی ہوئی رئیسہ کو اپنے دائیں طرف سے بائیں طرف کرتے ہوئے حمین کو سرزنش کی، جو اس بات پر بے حد فخر محسوس کر رہا تھا کہ اس کی وجہ سے اس کی ممی ہر جگہ جانی جا رہی تھی۔
"I am also disappointed- It's time you change my school
"That's so right Mummy!
"بالکل ٹھیک ممی! میں بھی بہت مایوس ہوا ہوں اور یہی وقت ہے میرا اسکول تبدیل کر دیا جائے۔" اس نے بڑے اطمینان سے فلابازی کھائی تھی اور پھر سنجیدگی کا چولا اوڑھتے ہوئے ماں کے سامنے ایک ممکنہ حل پیش کیا وہ اس کی شکل دیکھ کر رہ گئی۔
"دیکھو رئیسہ کی کسی نے شکایت نہیں کی... I am so proud of her (مجھے اس پر فخر ہے)" امامہ نے اسے رئیسہ کی مثال دینی شروع کی۔
"I don't think so-"
حمین نے ماں کی بات سے متاثر ہوئے بغیر کہنا شروع کیا "-that she can't speak well
"Every teacher said
(ہر ٹیچر کا کہنا ہے کہ وہ صحیح سے بول نہیں سکتی) اس سے پہلے کہ وہ پھر شروع ہو جاتا۔ امامہ نے اسے روکنا ضروری سمجھا۔
"وہ سیکھ لے گی، ابھی بہت چھوٹی ہے۔"
امامہ نے رئیسہ کا دفاع کرنا ضروری سمجھا لیکن جو حمین کہہ رہا تھا وہ غلط نہیں تھا... رئیسہ کو بولنے میں پرابلم تھی۔ وہ امامہ کے بچوں کی طرح جلد سیکھنے والی نہیں تھی۔ اسے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا اور بہت سارے چھوٹی چھوٹی کمیاں تھیں اور اسے ایڈاپٹ کرنے کے کچھ عرصے کے بعد ہی وہ ساری چیزیں پتا چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ رئیسہ کو ایڈاپٹ کرتے ہوئے امامہ نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس بچی کی پرورش سے بڑا چیلنج اسے لکھنا پڑھنا سکھانا تھا... اسے یہ مسئلہ اپنے بچوں کے ساتھ نہیں ہوا تھا، وہ پیدائشی ذہین تھے... ماں باپ دونوں طرف سے اور ان کے لیے کوئی بھی چیز سیکھنا کیک واک تھی۔ رئیسہ کے ساتھ معاملہ مختلف تھا۔ وہ چیزوں کو مشکل سے پہچان پاتی اور انہیں یاد رکھنے کی دقت کا شکار رہتی۔ یہ اللہ کا شکر تھا کہ وہ autistir نہیں تھی نہ ہی اسے کوئی اور mental disability (ذہنی پسماندگی) تھی۔ مگر وہ امامہ کے لیے ایک صبر آزما کام ضرور تھی اور رئیسہ کا کم ذہین ہونا اس کے بچوں سے بھی چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رئیسہ سے بے حد مانوس ہونے کے باوجود یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ ان تینوں سے different (مختلف) تھی۔ وہ ان کی رفتار اور accuracy (درستی) کے ساتھ انگلش تو کیا اردو پنجابی کوئی بھی زبان نہیں بول پاتی تھی۔ اسے سوچنا پڑتا تھا... ہر اگلا لفظ زبان سے ادا کرنے کے لیے... وہ ان کے ساتھ ایک سال گزار لینے کے باوجود کچھ بھی سیکھنے کے لیے بہت وقت لیتی تھی۔ اس کو سب کچھ بار بار لکھوانا پڑتا تھا۔ بار بار سنوانا پڑتا تھا... بار بار بولنا پڑتا تھا... اور یہ بے حد صبر آزما کام تھا۔ بار بار اسے پڑھانے یا کچھ یاد کروانے کی کوشش کرتے ہوئے امامہ کو خیال آتا کہ اس کی ایڈاپشن کا فیصلہ ایک غلط اور جذباتی فیصلہ تھا... لیکن وہ چاہتے تو اب بھی اس فیصلے سے ہٹ سکتے تھے اور پھر اسے اپنی سوچ پر شرمندگی ہوتی کہ وہ بے حد خود غرض بن کر سوچنے لگی تھی، اگر وہ بچی واقعی اس کی اپنی اولاد ہوتی تو کیا وہ اس کے بارے میں اس طرح سوچتی... وہ احساس ندامت رئیسہ کی طرف اس کی توجہ میں کچھ اور اضافہ کر دیتی اور رئیسہ کا Slow learner (کند ذہن) ہونا سالار سے بھی چھپا ہوا نہیں تھا اسے اس مشقت کا بھی اندازہ تھا جو امامہ کو رئیسہ کو پڑھانے میں پیش

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آنے والی تھیں۔ مگر وہ عملی طور پر کچھ کر نہیں سکتا تھا چاہتے ہوئے بھی۔
اس کی اپنی پروفیشنل مصروفیات میں سے اگر وہ کسی ایک چیز کے لیے ہر صورت وقت نکالتا تھا تو وہ جبریل کو قرآن پاک حفظ کرواتا تھا جو وہ خود کروا رہا تھا' یہ جیسے قرآن کے ساتھ جڑے رہنے کی اس کی لاشعوری کوشش بھی تھی۔ رئیسہ کے لیے الگ سے وقت نکال کر کچھ کر پانا سالار کے لیے ممکن نہیں تھا اور نہ ہی امامہ نے اسے کبھی یہ جتایا تھا' وہ ذمہ داری جو اس کے شوہر نے لی تھی' وہ نبھا رہی تھی اور بڑی تن دہی سے نبھا رہی تھی اور اگر کوئی اس کے اس کام میں اس کے ساتھ بھرپور مدد کر رہے تھے تو وہ اس کے بچے تھے خاص طور پر حمین....
وہ رئیسہ کو کچھ سکھانے کے لیے ماں جیسی ہی برداشت اور تحمل کا مظاہرہ کرتے تھے' صرف حمین تھا جو جبریل اور عنایہ کے برعکس رئیسہ کو کچھ سکھاتے ہوئے اس کی کند ذہنی کو محسوس کرتا تھا اور جھنجلا کر یہ بات جتانے سے بھی نہیں چوکتا تھا اور جواباً" جبریل یا امامہ ہمیشہ اسے ایک نصیحت آموز لیکچر دیتے تھے' جس کا لب لباب یہ ہوتا تھا کہ رئیسہ کی جگہ وہ بھی ہو سکتا تھا تو پھر اسے کیسا لگتا....
حمین کا ضمیر جیسے ایک بار پھر جاگ جاتا۔
"Ok ! one more try
(ٹھیک ہے! ایک اور کوشش)
وہ دوبارہ رئیسہ کو سکھانے بیٹھتا.... اور رئیسہ کے ساتھ سب سے زیادہ وقت گزارنے کی یہ ایک وجہ بھی بن گیا تھا اور اب ماں کے اس روٹین کے موازنے کو وہ کسی خاطر میں ہی نہیں لا رہا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا وہ موازنہ سرے سے غلط تھا۔
"اس بار تمہارے بابا آئیں گے تو میں انہیں وہ ساری باتیں بتا دوں گی جو تمہاری ٹیچرز نے تمہارے بارے میں کی ہیں۔" امامہ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے دھمکایا تھا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

My teachers back bite why do you want to pick a bad habit

(میری ٹیچرز نے چغل خوری کی ہے' آپ ان سے یہ گندی عادت کیوں لینا چاہتی ہیں۔)

اس نے جیسے ماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اوکے' دیکھو پھر۔" امامہ نے اسے دھمکایا اور فون پر سالار کو کال ملائی۔ چند مرتبہ بیل جانے کے بعد فون اٹھالیا گیا' لیکن اٹھانے والا فرقان تھا' امامہ حیران ہوگئی۔ سالار لاہور میں تھا اور اس نے کچھ مصروفیات کی وجہ سے اپنی سیٹ آگے کروالی تھی۔ فرقان سے وہ جس دن پہلی بار لاہور آکر ملا تھا۔ اس نے امامہ کو بتایا تھا۔ اس نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ فرقان اس کے بار بار ہونے والے فلو کی وجہ سے اسے بلڈ ٹیسٹ کروانے کا کہہ رہا تھا اور امامہ نے اس سے کہا تھا کہ اسے فرقان کی بات مان لینی چاہیے۔

"پتا نہیں مجھ سے کہہ رہا تھا میرے چہرے کے ایک حصے پر سوجن نظر آرہی ہے۔ میں نے کہا فلو ہمیشہ ناک کے اسی حصے سے ہوتا رہتا ہے اب بھی ہے شاید اس وجہ سے' لیکن ساتھ سی ٹی اسکین کا بھی کہہ رہا ہے۔ کروالوں گا تاکہ اسے تسلی ہوجائے۔ ڈاکٹر آدھے پاگل ہوتے ہیں۔"

اس نے تب امامہ سے کہا تھا' لیکن سالار نے اسے اگلے دن یہ بھی بتادیا تھا کہ وہ ٹیسٹ کروا آیا تھا' لیکن اس کے بعد امامہ اور سالار کی ان ٹیسٹ کی رپورٹس کے حوالے سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس نے خود ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ چونکہ سالار نے ٹیسٹ کے حوالے سے اسے کچھ بتایا نہیں تو اس کا مطلب یہی تھا کہ ٹیسٹ ٹھیک ہی رہے ہوں گے۔

اور اب فرقان ایک بار پھر سالار کے فون پر تھا تو یہ لاہور میں اس کی سالار سے تیسری ملاقات تھی ان چند دنوں میں۔۔۔ وہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی' وہ اب اس سے اس کا اور بچوں کا حال پوچھ رہا تھا' لیکن اس کا انداز بے حد عجیب تھا' وہ خوش مزاجی جو اس کے طرز تخاطب کا حصہ ہوتی تھی' وہ آج امامہ کو مکمل طور پر غائب محسوس ہوئی۔

"سالار ابھی تھوڑی دیر میں فون کرتا ہے تمہیں۔" اس نے ابتدائی علیک سلیک کے بعد اس سے کہا۔

"فون آپ کو کیسے دے دیا اس نے؟" یہ بات امامہ کو بے حد حیران کن لگی تھی۔

"ہاں وہ اسپتال میں آئے ہوئے تھے اور سالار کو مجھ سے کچھ کام تھا اسی لیے وہ یہاں ملنے آیا مجھے۔۔۔ ذرا واش روم تک گیا ہے تو فون یہیں چھوڑ گیا۔"

فرقان نے روانی میں وہ جگہ بتائی جہاں وہ تھے پھر اسی روانی میں امامہ سے اس جگہ ہونے کا جواز دیا پھر فون اپنے پاس ہونے کی توجیہہ دی اور امامہ کے لیے اپنے بیان کو ناقابل یقین کردیا۔ وہ واش روم جاتے ہوئے اپنا فون کہیں چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ بھی ایک پبلک پلیس پر۔۔۔ بے شک وہ فرقان کا اسپتال ہی کیوں نہ ہوتا' وہ کھٹک گئی تھی' لیکن اس نے مزید سوال جواب کے بجائے فون بند کرکے سالار کی کال کا انتظار کرنا بہتر سمجھا۔

سالار ایم آر آئی کروا رہا تھا۔ اور پچھلے چند دنوں میں اوپر تلے ہونے والے ٹیسٹ ان سارے خدشات کی تصدیق کررہے تھے جو فرقان کو ہوئے تھے۔ اسے برین ٹیومر تھا' لیکن اس کی نوعیت کیا تھی یہ کس اسٹیج پر تھا۔ اس کی ہولناکی کیا تھی' یہ جاننے کے لیے ابھی مزید بہت سے ٹیسٹ اور ڈاکٹرز کی رائے ضروری تھی۔ سالار ابتدائی شاک کی کیفیت سے نکل چکا تھا' مگر اس کی زندگی یک دم جمود کا شکار ہوگئی تھی۔ وہ بھاگ دوڑ جو وہ پچھلے کئی سالوں سے کرتا آرہا تھا اور جس میں اس کی زندگی کے روز و شب گزر رہے تھے وہ عجیب انداز میں رکی تھی۔

برین ٹیومر مہلک تھا اس کی تصدیق ہوچکی تھی' لیکن وہ کتنا جان لیوا تھا اور صحت یابی کے چانسز کیا تھے۔۔۔ علاج کیا تھا۔۔۔ کہاں سے ہوسکتا تھا۔۔۔ کتنی مدت اس کے لیے درکار تھی۔۔۔ اس کی صحت پر اس کے کیا اثرات

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہونے والے تھے۔۔۔ اور ان سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ اس کی فیملی پر اس کی اس بیماری کے انکشاف کا کیا اثر ہونے والا تھا۔۔۔ وہ بتائے یا نہ بتائے۔۔۔ وہ چھپائے تو کس طرح۔۔۔؟

اور وہ پہلا موقع تھا جب سالار سکندر نے پہلی بار بیٹھ کر اپنی زندگی کے بیالیس سالوں کے بارے میں سوچا تھا۔ گزر جانے والے بیالیس سالوں کے بارے میں اور باقی کی رہ جانے والی مدت کے بارے میں جو یکدم ہی دہائیوں سے سمٹ کر سالوں مہینوں ہفتوں یا دنوں میں سے کسی کا روپ دھارنے والی تھی۔

مہلت کا وہ اصول جو قرآن پاک کی بنیاد تھا۔ وہ سالار سکندر کی سمجھ میں آیا تھا لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ قانون اب اس کی اپنی زندگی پر لاگو ہونے جا رہا تھا۔ اپنی زندگی کے خاتمے کا سوچنا روز قیامت پر یقین رکھنے کے باوجود اس کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا۔

"میڈیکل سائنس بہت ترقی کر گئی ہے۔ ہر چیز کا علاج ممکن ہو چکا ہے۔ ٹیسٹ میڈیسنز آ رہی ہیں۔ کوئی بھی بیماری اب ناقابل علاج تو رہی ہی نہیں۔"

اس کے ٹیومر کے moligmant (مہلک) ہونے کی تصدیق اسی دن ہوئی تھی اور اس کی تصدیق ہو جانے پر فرقان اس سے کم اپ سیٹ نہیں ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے گم صم بیٹھے سالار کو تسلی دینا شروع کی تھی۔ اپنے جملوں کی بے ربطگی کے باوجود۔۔۔

"تم ابھی صرف یہ سوچو کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" سالار نے سر اٹھا کر پہلی بار اسے دیکھا اور پھر کہا۔

"تم ڈاکٹر ہو کر مجھ سے یہ بات کہہ رہے ہو۔" فرقان بول نہیں پایا۔ وہ دونوں بہت دیر تک وہاں چپ بیٹھے رہے تھے۔

"تم فوری طور پر امریکا چلے جاؤ بلکہ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہاں بہترین ڈاکٹرز اور اسپتال ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں اس کا علاج ہو جائے یا ہو سکتا ہے کوئی اور حل ہو۔" وہ اب ڈاکٹر بن کر نہیں اس کا ایک عزیز دوست بن کر بات کر رہا تھا۔

"امامہ سے کیا کہوں؟" اس نے فرقان سے عجیب سوال کیا۔

"ابھی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ ایک بار امریکا سے ٹیسٹ ہونے دوں۔۔۔ دیکھو وہاں کے ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟" فرقان نے اس سے کہا تھا۔

"یہاں کے ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟" فرقان اس کے اس سوال کو نظر انداز کر گیا تھا۔ وہ اسے وہ سب بتانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا جو وہ اپنے چند ساتھی ڈاکٹرز سے سالار کی رپورٹ پر مشاورت کے بعد سن چکا تھا۔

"پاکستان میں برین ٹیومرز کا علاج اور نیورو سرجری اتنی ایڈوانسڈ نہیں ہے جتنا امریکا میں۔۔۔ اس لیے یہاں کے ڈاکٹرز کی رائے میرے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔"

وہ نظریں چرائے کہتا گیا تھا سالار صرف اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔ اسے فرقان کی بے بسی پر اپنے سے زیادہ ترس آیا وہ اس سے کچھ چھپانا بھی نہیں چاہتا تھا اور کچھ بتانا بھی نہیں۔

☼ ☼ ☼

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ فلو کی وجہ سے ہی گیا تھا دوبارہ۔۔۔ بس گپ شپ کرتے ہوئے فون ٹیبل پر رکھا اور پھر اٹھانا یاد ہی نہیں رہا۔"

سالار نے اس رات فون پر امامہ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ وہ مطمئن ہو گئی۔

"اور فلو۔۔۔؟ اس کا کیا ہوا؟"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بس چل رہا ہے۔"
"ٹیسٹوں کی رپورٹس آگئیں؟"
"ہاں سب ٹھیک ہے۔ بس وائرل انفیکشن ہے' اس نے کچھ میڈیسنز دی ہیں' ٹھیک ہو جائے گا۔"
"میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔۔۔ میں نے سوچا پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔ کیوں دوبارہ اسپتال میں فرقان کے ساتھ بیٹھے ہو۔"

وہ خاموشی سے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ فرقان نے ٹھیک مشورہ دیا تھا۔ اسے ابھی امامہ کو کچھ بھی نہیں بتانا چاہیے تھا' لیکن اس کے لہجے میں جھلکنے والے اطمینان نے اسے عجیب طریقے سے گھائل کیا تھا۔۔۔ وہ اسے دھوکا دے رہا تھا۔

وہ اب اسے بچوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ بچوں سے باری باری بات کروا رہی تھی۔ وہ پچھلے تین دن سے جبریل کو قرآن پاک نہیں پڑھا پایا تھا۔ امامہ نے اسے یاد دلایا۔
"تم پڑھا دو۔" سالار نے جواباً کہا۔
"میں تو پچھلے تین دن سے پڑھا ہی رہی ہوں۔ revision (دہرائی) کروا رہی ہوں۔ نیا سبق تو تم ہی دو گے۔" وہ اس سے کہہ رہی تھی۔
"کتنے پارے رہ گئے؟" سالار نے اس کی بات پر عجیب غائب دماغی سے پوچھا۔
امامہ نے نوٹس کیا۔ "آخری دس۔"
"جلدی ہو جائیں گے۔" وہ بڑبڑایا۔
"ہاں ان شاء اللہ۔۔۔ وہ ماشاء اللہ ذہین بھی تو بہت ہے۔ دس سال کا ہونے سے پہلے ہی قرآن پاک مکمل ہو جائے گا اس کا۔"

وہ اس بار سالار کے لہجے پر غور کیے بغیر کہتی گئی۔ وہ چاہتے تھے جبریل اس سے بھی کم عمری میں قرآن پاک حفظ کر لیتا کیونکہ وہ بلا کا ذہین تھا اور اس کی زبان بے حد صاف تھی' لیکن سالار نے اسے اس عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے پر لگایا تھا جب وہ کچھ باشعور ہو کر اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ ساتھ اس فریضے کی اہمیت سے بھی واقف ہو گیا تھا۔

اسکائپ کی اسکرین پر اب باری باری اس کے بچے دکھنے لگے تھے۔۔۔ وہ اب لیپ ٹاپ آن کیے ہوئے بیٹھا ان کی شرارتوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بھیانک حقیقت کے اندر بیٹھا ایک خوب صورت خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ باری باری اپنی طرف کے کمپیوٹر کے کیمرے کے سامنے منہ کر کر کے باپ کو ہیلو کہہ رہے تھے۔
"بابا! آج میں نے ککی بنائی ہے۔" عنایہ اسے اسکرین پر ایک بڑے سائز کا بسکٹ دکھا رہی تھی۔
"واہ یہ تو بہت یمی دکھتی ہیں۔" سالار نے اپنے اندر کے فشار کو چھپاتے ہوئے بیٹی کو داد دی۔ وہ سب کچھ وہ اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ سب کچھ ختم ہو جانے والا تھا۔

امامہ ان سب کو وہاں سے ہٹا کر لے گئی تھی کیونکہ اب جبریل کو نیا سبق پڑھنا تھا۔ وہ اور اس کا نو سالہ بیٹا آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سالار سے اگلا سبق پوچھ رہا تھا۔ سالار نے اسے پچھلا سبق سنانے کے لیے کہا تھا۔ جبریل نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ سینے پر ہاتھ باندھے آنکھیں بند کیے خوش الحان آواز میں۔۔۔ اس نے باپ سے صرف ذہانت ورثے میں نہیں پائی تھی۔ خوش الحانی بھی پائی تھی۔

نو سال کی عمر میں بھی اس کی قرأت دلوں کو چھو لینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ کسی بھی سننے والے کی آنکھوں کو نم کر سکتی تھی۔ جبریل نے کب اپنا پہلا سبق ختم کیا تھا' سالار کو اندازہ ہی نہیں ہوا وہ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ جبریل نے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آنکھیں کھول کر اپنے ہاتھ سینے سے ہٹا کر سامنے رکھے قرآن پاک کو دیکھا پھر اسکرین پر باپ کے نظر آنے والے چہرے کو جو کسی بت کی طرح بے حس حرکت تھا۔

"بابا!" جبریل کو ایک لمحہ کے لیے لگا شاید نیٹ کا کنکشن ختم ہو گیا تھا یا سگنلز کی وجہ سے streaming نہیں ہو پائی تھی۔

سالار چونکا اور اپنا گلا صاف کرتے ہوئے اس نے جبریل کو ایک بار پھر پچھلا سبق سنانے کو کہا۔ وہ حیران ہوا تھا۔

"وہ تو میں نے سنا دیا۔"

"میں نہیں سن سکا ایک بار پھر سناؤ۔"

وہ پہلا موقع تھا جب جبریل نے باپ کے چہرے کو بے حد غور سے دیکھا تھا کچھ مسئلہ تھا اس دن باپ کو۔۔۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا، لیکن کوئی سوال کیے بغیر اس نے ایک بار پھر پچھلا سبق سنانا شروع کر دیا۔ اس بار سالار پہلے کی طرح کہیں اور محو نہیں ہوا تھا۔ اس نے بیٹے کو نیا سبق پڑھا کر اور چند بار دہرانے کے بعد اسکائپ بند کر دیا تھا۔

"Is baba ok" (کیا بابا ٹھیک ہیں؟) جبریل نے اسکائپ پر سالار سے بات کرنے کے بعد ماں سے پوچھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہیں بس فلو ہے اس لیے کچھ طبیعت خراب ہے ان کی۔" امامہ نے اس کے سوال پر زیادہ غور کیے بغیر کہا۔

"When is he returning" (وہ واپس کب لوٹ رہے ہیں؟)

جبریل نے اگلا سوال کیا۔

"ابھی تو امریکا جا رہے ہیں دو ہفتے کے لیے پاکستان سے۔۔۔ کہہ رہے تھے کچھ میٹنگز ہیں، پھر امریکا سے آئیں گے۔"

امامہ نے سالار سے فون پر ہونے والی گفتگو اسے بتائی۔

☼ ☼ ☼

وہ دو ہفتے بعد امریکا سے کنشاسا آ گیا تھا۔ اور وہ کچھ بدلا ہوا تھا، یہ صرف امامہ نے ہی نہیں بچوں نے بھی محسوس کیا تھا، لیکن ان میں سے کسی کے استفسار پر بھی سالار نے ایسا کوئی جواب نہیں دیا تھا جس پر ان کو تشویش ہوتی۔ امامہ کا خیال تھا اس کا ورلڈ بینک کے ساتھ کام کا دورانیہ پورا ہو رہا تھا۔ یہ اداسی اس کا باعث تھی، لیکن وہ اور بچے خود بے حد خوش تھے کیونکہ ان کی پاکستان واپسی میں چند ہفتے رہ گئے تھے اور جب تک ان کی اگلی منزل متعین نہ ہو جاتی انہیں پاکستان ہی میں رہنا تھا، لیکن اس سے پہلے ہی ان کی زندگی میں وہ طوفان آ گیا تھا جس نے امامہ سمیت ان سب کی زندگیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

ورلڈ بینک کی نائب صدارت چھوڑنے سے صرف دو ہفتے پہلے جب سالار کانگو میں الوداعی ملاقاتیں اور فیئر ویل ڈنرز لینے میں مصروف تھا۔ وال اسٹریٹ جرنل نے ورلڈ بینک کی صدارت سے انکار کی وجہ ڈھونڈ نکالتے ہوئے سالار سکندر کو ہونے والے برین ٹیومر کی نیوز بریک کی تھی اور پھر یہ خبر صرف اس اخبار ہی نے نہیں، ڈھیروں دوسرے اخبارات نے بھی لگائی تھی۔ سالار سکندر کے برین ٹیومر کی بریکنگ نیوز میں مغرب کو دلچسپی نہیں تھی نہ ہی میڈیا کو۔۔۔ دلچسپی اگر تھی تو سی آئی اے کو۔۔۔ اس اسٹیج پر سالار کی مہلک بیماری کی خبر بریک کرنے کا مطلب اس پروجیکٹ کے شروع ہونے سے پہلے ہی اس کی کمر توڑنے کے مترادف تھا جس پر سالار کام کر رہا تھا۔ "وہ"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جانتے تھے سالار ورلڈ بینک سے الگ ہونے کے بعد کیا کرنے جا رہا تھا اور انہیں یقین تھا' جو وہ کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا' وہ ناممکنات میں سے تھا۔ اس کے باوجود حفاظتی اقدامات ضروری تھے اور سب سے بہترین دفاعی حکمت عملی وہی تھی جو انہوں نے اختیار کی تھی۔ وہ سالار سکندر کی بیماری کو مشتہر کرنے کے بعد اب اس پروجیکٹ کے ممکنہ سرمایہ کاروں کے پیچھے ہٹ جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ شطرنج تھی۔ سالار اپنے مہرے سجا کر پہلی چال چلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ "وہ" پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ "انہوں" نے پہلی چال چل دی تھی اور پہلی چال میں ہی بادشاہ کو شہ مات ہونے والی تھی۔۔۔ یہ کم از کم "ان" کو یقین تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے انٹرنیٹ پر glioma کا لفظ گوگل پر سرچ کیا۔۔۔ پھر oligodendroglial کو۔۔۔ ساڑھے نو سال کی عمر میں محمد جبریل سکندر نے ان دو لفظوں کو Spelling Bee کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے ان الفاظ کی فہرست میں شامل کیا تھا جس کی اسپیلنگ اسے یاد کرنا تھی۔ اسے ان دو الفاظ کی اسپیلنگ یاد کرتے ہوئے یہ اندازہ نہیں تھا وہ اپنے باپ کو لاحق دنیا کے مہلک ترین برین ٹیومر سے واقفیت حاصل کر رہا تھا۔

Spelling Bee کے مقابلے کے لیے جبریل نے صرف ان الفاظ کی اسپیلنگ یاد کی تھی۔ وہ دو الفاظ کیا تھے' وہ کھوجنے کی کوشش اس نے تب کی تھی جب اس نے انٹرنیٹ پر اپنے باپ کے نام کے ساتھ اس کی بیماری کے حوالے سے ایک خبر دیکھی تھی۔ وہ ورلڈ بینک کی ویب سائٹ تھی جو ان کے ڈیسک ٹاپ کا ہوم پیج تھا اور کئی بار سالار کے زیر استعمال آتا تھا اور اس ہوم پیج پر تازہ ترین اسکرول ہونے والی خبروں میں سے ایک سالار سکندر کی بیماری کے حوالے سے وال اسٹریٹ جرنل کی نیوز تھی جو صرف آدھ گھنٹہ پہلے بریک ہوئی تھی۔

ساڑھے نو سال کے اس بچے نے اس بیماری کو کھوجنا شروع کیا تھا۔ سالار ابھی گھر نہیں لوٹا تھا۔ امامہ دوسرے کمرے میں بچوں کو پڑھا رہی تھی اور جبریل انٹرنیٹ پر ساکت بیٹھا یہ پڑھ رہا تھا کہ اس کا باپ گریڈ ٹو کے oligodendroglial کا شکار تھا۔ اس ٹیومر کا علاج نہیں ہو سکتا تھا۔ مکمل طور پر کامیاب علاج۔۔۔ اور اگر علاج ہو بھی جاتا تو مریض سات سے دس سال تک زندہ رہ سکتا تھا۔ اس برین ٹیومر کے مریض صحت مند رہ کر بھی اس سے زیادہ نہیں جی سکتے تھے۔

ساڑھے نو سال کا وہ بچہ اس دن چند لمحوں میں بڑا ہو گیا تھا۔ اس گھر میں سالار کے بعد وہ پہلا شخص تھا جسے سالار کی بیماری اور اس کی نوعیت اور اثرات کا علم ہوا تھا۔ جبریل کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ اس ہولناک انکشاف کا کیا کرے۔ ماں کو بتا دے یا نہ بتائے۔۔۔ یہ اس کا Dilemma (مخمصہ) نہیں تھا۔ اس کا مخمصہ اور تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

For Next Episode Stay Tuned To
paksociety.com

خوبصورت ناول شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

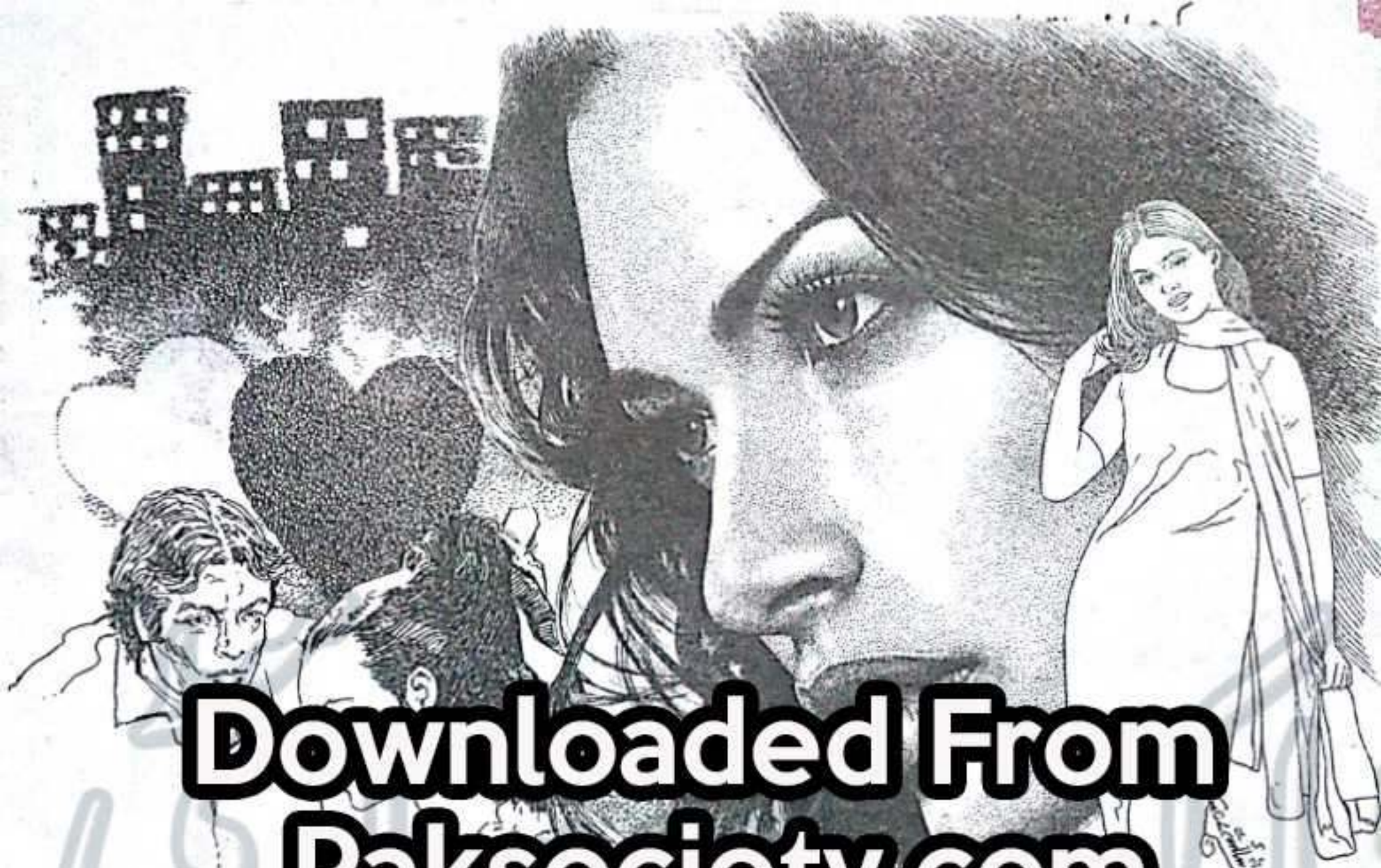

Downloaded From
Paksociety.com

عمیرہ احمد

آب حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کر دیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص — سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرا مل جاتا ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

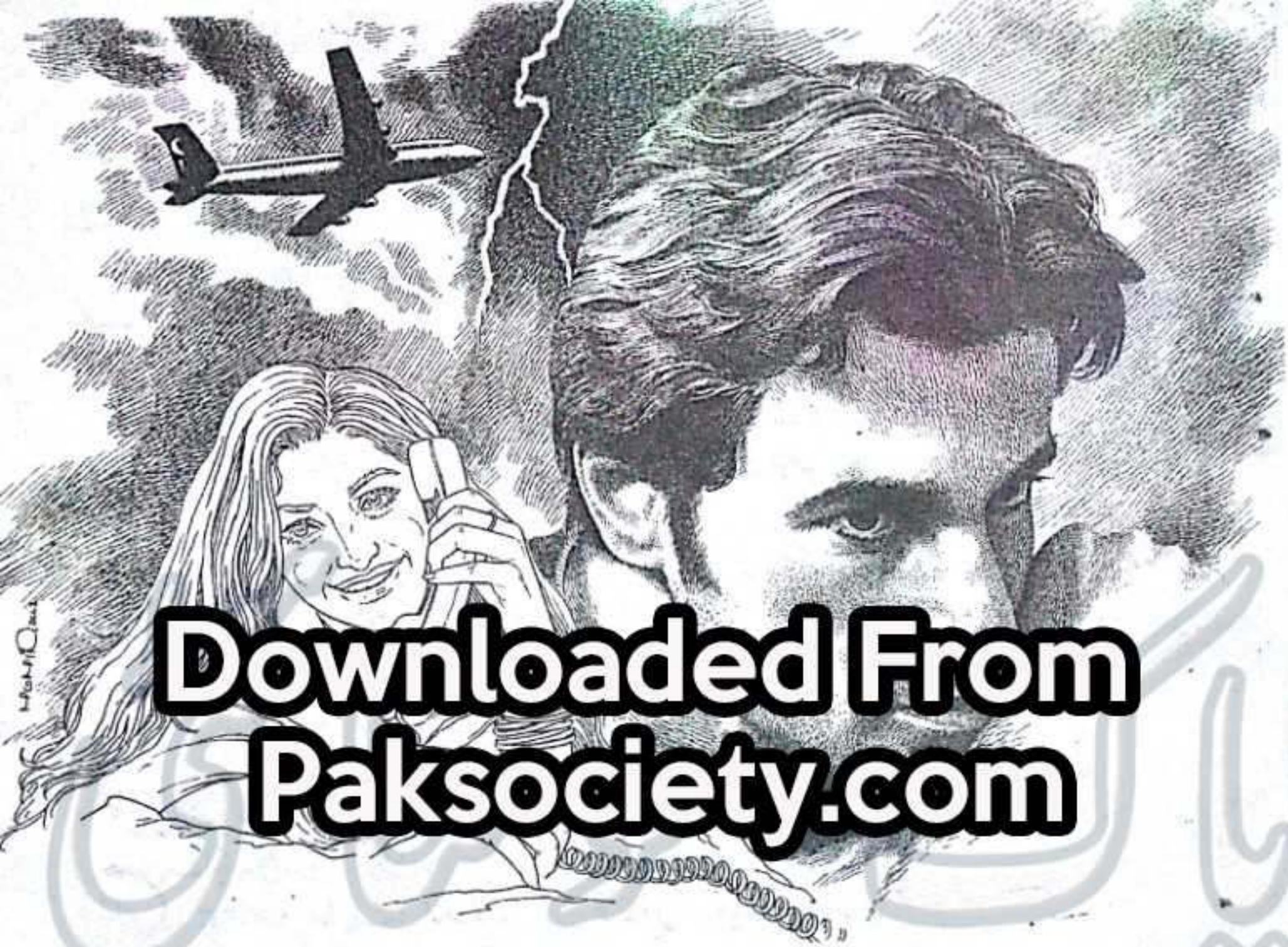

Downloaded From
Paksociety.com

J۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ نینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک حرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتادیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرادی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کر رہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کردی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کردیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بار بھی انکار کردیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

پندرھویں قسط

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"حمین! جاؤ بھائی کو بلا کے لاؤ' وہ سونے سے پہلے تم لوگوں کو دعا پڑھا دے۔ پتا نہیں اتنی دیر کیوں لگا دی اس نے۔"

بچوں کو پڑھانے سے فارغ ہونے کے بعد انہیں سونے کے لیے لیٹنے کا کہتے ہوئے امامہ کو جبریل یاد آیا۔ اسے کمرے سے گئے کافی دیر ہو گئی تھی۔

"آج میں پڑھاتا ہوں۔"

حمین نے اعلان کرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ کسی نمازی کی طرح سینے پہ باندھتے ہوئے بڑے جذب کے عالم میں دعا پڑھنے کے لیے اپنا منہ کھولا اور امامہ نے تحکمانہ انداز میں فوری طور پر اسے ٹوکا۔

"حمین! بھائی پڑھائے گا۔"

حمین نے بند آنکھیں کھول لیں اور سینے پر بندھے ہاتھ بھی۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے نکل جاتا' امامہ نے نائٹ سوٹ کے اس پاجامے پر لگی گرہ کو دیکھا جو وہ ابھی ابھی باتھ روم سے پہن کر باہر نکلا تھا۔ پاجامے کے اوپری حصے کو ازار بند کے بجائے ایک بڑی سی گرہ لگا کر کسا گیا تھا اور اس گرہ کے دونوں سرے کسی خرگوش کے کانوں کی طرح اس کے پیٹ کے اوپر کھڑے تھے۔

"ادھر آؤ۔۔۔" امامہ نے اسے بلایا۔ "یہ کیا ہے؟" اس نے جھک کر نیچے بیٹھتے ہوئے اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کی' تاکہ پاجامے کو ٹھیک کر سکے۔

حمین نے ایک چیخ ماری اور جھٹکا کھا کر اس گرہ پر دونوں ہاتھ رکھے پیچھے ہٹا۔ "ممی! نہیں۔"

"اس کی string کہاں ہے؟" امامہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس گرہ کو باندھنے کی وجہ کیا تھی۔

"میں نے اسکول میں کسی کو دے دی ہے؟"

امامہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیوں۔۔۔؟"

"چیریٹی میں۔۔۔" حمین نے جملہ مکمل کیا۔

امامہ نے ہکا بکا ہو کر اپنے اس بیٹے کا اعتماد اور اطمینان دیکھا۔ "چیریٹی میں؟" وہ واقعی حیران تھی۔ "صرف ایک ڈوری کو؟"

"نہیں۔۔۔" مختصر جواب آیا۔

"پھر۔۔۔؟"

"ڈوری سے بیگ کو باندھا تھا۔"

"کس بیگ کو؟" امامہ کا ماتھا ٹھنکا۔

"اس بیگ کو جس میں TOYS (کھلونے) تھے۔" جواب اب بھی پورا آیا تھا۔

"کس کے TOYS (ٹائز)؟" امامہ کے ماتھے پر بل پڑے۔

" Well " حمین نے اب ماں' رئیسہ اور عنایہ کو باری باری۔۔۔ محتاط انداز میں دیکھا اور اپنے جواب کو گول مول کرنے کی بہترین کوشش کی۔

" There were many owners۔ "(وہ کئی لوگوں کے تھے۔)

امامہ کو ایک لمحے میں سمجھ میں آیا تھا۔

" many owners کون تھے۔ کس کو دیے؟ کیوں دیے؟ کس سے اجازت لی؟"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس نے یکے بعد دیگرے تابر توڑ سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔
یہ پہلا موقع نہیں تھا جب حمین سکندر نے مہاتما بدھ بننے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے بہن بھائیوں کے کھلونے دان کیے تھے اور اس کے بہن بھائیوں میں اگر بلا کا تحمل نہ ہوتا تو اس کے اس کارنامے پر ہر بار بلا کا رن پڑتا۔
عنایہ کی آنکھیں اب آنسوؤں سے لبالب بھر گئی تھیں۔ اس "چھوٹے بھائی" نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ وہ ان کی ہر چیز کو کسی بھی وقت مشنری جذبہ کے تحت کسی کو بھی دے سکتا تھا۔
"ممی!" عنایہ بری طرح بلبلائی تھی۔
" charity is not a sin "(چیریٹی گناہ نہیں ہے۔)
حمین نے اپنی آنکھیں عادتاً گول کرتے ہوئے ان دو الفاظ کا ایک بار پھر استعمال کیا جو پچھلے کچھ دنوں سے بار بار اس کی گفتگو میں آرہے تھے۔ رئیسہ اس ساری گفتگو کے دوران اپنے بیڈ پر لیٹی ان دونوں کو خاموشی سے سن رہی تھی۔
"تم نے میرے کھلونے چُرائے؟"
عنایہ کا بس چلتا تو وہ اس کو پیٹ ڈالتی۔ کم از کم رات کے اس پہر جب اسے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس کا کون کون سا کھلونا چیریٹی میں دے آیا تھا۔
"صبح بات کریں گے اس بارے میں۔ ابھی نہیں۔"
امامہ نے مداخلت کی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی صوفہ پر پڑا اس کا سیل فون بجنے لگا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ سالار کی کال تھی۔
"حمین جا کر اپنے بیڈ پہ لیٹو۔ میں خود بلا لاتی ہوں جبریل کو۔"
امامہ نے صوفہ کی طرف جاتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف جاتے حمین کو ٹوکا۔ وہ بے حد فرماں برداری سے واپس اپنے بیڈ کی طرف آگیا تھا۔
امامہ نے سیل فون پر سکندر عثمان کا نام چمکتے دیکھا اور کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے تینوں بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
"سالار کہاں ہے؟" سکندر عثمان نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہی عجیب اضطراب میں اس سے پوچھا تھا۔
"ایک ڈنر میں گئے ہیں۔ بس ابھی آنے ہی والے ہیں۔"
"میں اسے کال کر رہا تھا' وہ میری کال ریسیو نہیں کر رہا۔" امامہ کو ان کے لہجے میں عجیب سی پریشانی اور گھبراہٹ محسوس ہوئی تھی۔
"ہو سکتا ہے ڈنر میں آپ کی کال نہ لے پا رہے ہوں۔ وہ اکثر اپنا فون فنکشنز میں سائیلنٹ کر دیتے ہیں۔ خیریت ہے نا پاپا۔" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔
"تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ اتنی بڑی بات مجھ سے کیوں چھپائی ہے؟"
سکندر عثمان حواس باختگی میں کہتے چلے گئے۔ انہیں کچھ دیر پہلے ان کے ایک قریبی عزیز نے اس حوالے سے فون کیا تھا۔
اس عزیز نے سالار کی بیماری کے حوالے سے یہ خبر کسی چینل پر دیکھی تھی اور پھر فوری طور پر افسوس کا اظہار کرنے کے لیے سکندر کو فون کیا تھا اور سکندر عثمان ان کے اظہار افسوس پر شاکڈ رہ گئے تھے۔ انہیں یقین نہیں آیا کہ سالار کے بارے میں جو وہ کہہ رہے تھے' وہ ٹھیک تھا لیکن اس کے بعد اگلے دس' پندرہ منٹوں میں انہیں اوپر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تلے کئی کالز آئی تھیں اور انہوں نے حواس باختگی کے عالم میں سالار کو کالز کرنا شروع کردی تھیں۔ جو اس نے ریسیو نہیں کیں۔

اس ڈنر میں بیٹھے سکندر عثمان کی کال آنے سے بہت پہلے سالار کو یہ پتا چل گیا تھا کہ میڈیا میں اس کی بیماری کی خبر بریک ہو چکی تھی۔ اس کے اسٹاف نے اسے اطلاع دی تھی اور ڈنر ٹیبل پر بیٹھا ہوا سالار سکتے میں آگیا تھا۔ اسے اس اسٹیج پر اس خبر کے آؤٹ ہونے کے مضمرات کا اندازہ چند ثانیوں میں ہو گیا تھا۔ وہ خبر صرف اس کے اسٹاف نے اس تک نہیں پہنچائی تھی۔ وہ جنگل کی آگ کی طرح اس ڈنر میں بیٹھے بہت سے اہم لوگوں کے علم میں آچکی تھی اور ان میں سے چند نے سالار سے اس سلسلے میں بات بھی کی لیکن سکندر عثمان کا نام اپنے فون پر چمکتا دیکھ کر سالار کی بھوک ختم ہو گئی تھی۔

اسے یقین تھا وہ کال کس مقصد کے لیے کی جا رہی تھی لیکن وہ وہاں بیٹھ کر سکندر عثمان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہیں کر سکا۔ وہ بوجھ جس نے کئی مہینوں سے اسے دہرا کر رکھا تھا یک دم ہی جیسے اور بہت سے لوگوں کی کمریں جھکا دینے والا تھا اور اگر سکندر عثمان کو یہ خبر مل چکی تھی تو امامہ۔۔۔؟

وہ آگے نہیں سوچ سکا تھا۔ وہ چند گھنٹے پہلے گھر سے نکلتے ہوئے گھر پر ایک بہت خوش و خرم خاندان چھوڑ کر آیا تھا۔ جو بھی لاوا تھا اس کے اندر تھا۔ کوئی دوسرا اس کی لپیٹ میں آکر خاکستر نہیں ہوا تھا اور اب۔۔۔ سالار سکندر کا فون، ٹیکسٹ میسجز اور مسڈ کالز سے اٹ گیا تھا اور وہ اس ڈنر ٹیبل پر بیٹھے صرف اس نقصان کو کنٹرول کرنے کے طریقے سوچ رہا تھا جو اس خبر سے پہنچ سکتا تھا۔ اسے اگر یہ پتا ہوتا کہ امامہ اب تک بے خبر تھی اور سکندر عثمان کا فون اٹھا لینے کی صورت میں وہ اب بھی بے خبر ہی رہتی اور وہ واپسی پر اس خوش و خرم خاندان کو ایک بار پھر پہلے ہی کی طرح دیکھ سکتا تو سالار سکندر اپنے باپ سے بات کر لیتا لیکن وہ اس وقت اس کبوتر کی طرح تھا جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرنا چاہتا تھا لیکن کون سی بلی کو دیکھ کر۔۔۔؟ یہ اس کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ جو سامنے نظر آرہی تھی یا جو آنکھیں بند کرنے پر نظر آنے لگتی تھی۔

"کیا نہیں بتایا پاپا؟ کیا چھپایا ہے آپ سے؟" امامہ کی سمجھ میں سکندر عثمان کی بات نہیں آئی تھی۔ اسے لگا اس نے شاید ان کی بات سننے اور سمجھنے میں کوئی غلطی کی تھی۔

"برین ٹیومر کے بارے میں۔" سکندر عثمان نے جیسے کراہتے ہوئے کہا تھا مگر اس کے باوجود وہ سالار کا نام نہیں لے سکے تھے۔ امامہ اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔

"برین ٹیومر؟ کس کے برین ٹیومر کے بارے میں؟" وہ الجھی اور وہ پہلا موقع تھا جب سکندر عثمان کو احساس ہوا کہ وہ بھی ان کی طرح بے خبر تھی۔

"پاپا! آپ کس کے برین ٹیومر کی بات کر رہے ہیں؟" امامہ نے ان کو خاموش پا کر ایک بار پھر پوچھا۔ جواب سکندر عثمان کے حلق میں اٹک گیا تھا۔

"پاپا۔۔۔!" امامہ ان کے مسلسل خاموش رہنے پر ایک بار پھر اپنا سوال دہرانا چاہتی تھی مگر دہرا نہیں سکی۔

بجلی کے کوندے کی طرح اس کے دماغ میں اپنے ہی سوال کا جواب آیا تھا۔ سکندر عثمان کس کی بیماری پر یوں بے چین ہو سکتے تھے۔ سالار۔۔۔ کیا وہ سالار کی بات کر رہے تھے؟ سالار کے برین ٹیومر کی؟ ایک جھماکے کے ساتھ اسے کئی ہفتے پہلے کی فرقان اور اپنی بات چیت یاد آئی۔ ہاسپٹل کا وزٹ۔۔۔ کچھ ہفتوں سے سالار کا بدلا ہوا رویہ۔۔۔

وہ بے یقینی کے عالم میں فون ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔ یہ اس کا وہم تھا۔ اسے وہم ہی ہونا چاہیے۔ اس نے جیسے گڑگڑا کر دعا کی تھی۔ اب کچھ اور نہیں۔۔۔ کوئی آزمائش نہیں۔۔۔ اس نے اپنے مفلوج ہوتے ہوئے اعصاب کے ساتھ عنایہ، حمین، رئیسہ کو دیکھا جو خوش گپیاں کرتے ہوئے سونے کی تیاری میں مصروف تھے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فون پر اب دونوں طرف خاموشی تھی۔ نہ سکندر عثمان بول پا رہے تھے' نہ وہ۔۔۔ وہاں پچھتاوا تھا' یہاں بے یقینی۔۔۔ سالار کا نام لینے کی نہ ان میں ہمت تھی' نہ اس میں حوصلہ۔۔۔

"آپ سے کس نے کہا؟" امامہ نے بالآخر جیسے اپنے اوسان پر قابو پاتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں ان سے پوچھا۔ اس نے اپنے پچھلے سوال کے جواب پر اصرار نہیں کیا تھا۔

"اس نے تمہیں نہیں بتایا؟" سکندر عثمان نے عجیب بے بسی کے ساتھ اس سے پوچھا' یوں جیسے یہ نہیں کہنا چاہتے تھے۔ یہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ خبر غلط تھی۔۔۔ کاش کہہ سکتے۔۔۔

امامہ کو اس سوال کا جواب دینے یا سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے باہر ہارن کی آواز سنی تھی۔

"میں کچھ دیر میں آپ سے بات کرتی ہوں پاپا۔" اس نے اپنے سرد پڑتے ہاتھ میں تھامے فون کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے سکندر عثمان سے کہا۔

"مجھے تمہیں نہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہ اپنے پچھتاوے کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ پائے۔ اس حالت میں بھی انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کے اس انکشاف پر امامہ پر کیا گزری ہوگی۔

امامہ نے جواب نہیں دیا' فون بند کر دیا۔ سب کچھ یک دم ہی مہمل' بے معنی ہو گیا تھا۔ کسی بت کی طرح فون کو گود میں رکھے وہ ساکت بیٹھی رہی۔

وہ ساری زندگی "برے وقت" سے ڈرتی رہی تھی اور برے وقت کی آہٹ پر کان لگائے رکھتی تھی اور اب بس کچھ ہی سال تو ایسے گزرے تھے کہ اس نے آہٹوں پر کان لگانے بند کیے اور برا وقت۔۔۔ وہ جیسے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اتنا دبے پاؤں۔۔۔ اتنا اچانک کہ وہ ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔

اس سے کچھ فاصلے پر عنایہ اور رئیسہ کے ساتھ وقتاً فوقتاً گفتگو کرتا ہوا حمین سونے کی کوشش میں بھی صوفے پر بت کی طرح بیٹھی ماں پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ممی نے دادا سے فون پر بات کی تھی اور پھر ممی خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ہارن بجنے پر بھی پاپا کو ریسیو کرنے نہیں گئی تھیں۔ حمین نے جمائی لیتے ہوئے صورت حال کا تجزیہ کیا۔ امامہ کو ایک بار پھر دیکھا' پھر عنایہ اور رئیسہ کو جو تقریباً "نیند کی وادی میں جانے والی تھیں۔ ایک اور جماہی لے کر اس نے امامہ کو مخاطب کیا۔

"ممی! آپ ٹھیک ہیں؟"

امامہ نے چونک کر خالی نظروں سے حمین کو دیکھا وہ حمین کا سوال سمجھ نہیں سکی تھی۔ بس یہ پتا چلا تھا کہ اس نے کچھ کہا تھا۔ جواب دینے یا کوئی اور سوال کرنے کے بجائے وہ اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔ حمین کچھ اور الجھا تھا۔ اس کی ماں انہیں خدا حافظ کہے بغیر اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیے بغیر ایسے نہیں جاتی تھی' جیسے وہ اس وقت گئی' یہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔ حمین کی زندگی میں۔۔۔ اس کا دماغ الجھا تھا۔ اس گھر کے افراد باری باری اس طوفان کے ہچکولوں کو محسوس کرنا شروع ہو گئے تھے۔

"تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟" سالار نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہاں پڑے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے جبریل کو دیکھ لیا تھا۔ باپ کی آواز جبریل کو کسی کرنٹ کی طرح لگی تھی۔ برق رفتاری سے اس نے کمپیوٹر کی اسکرین پر وہ سائٹ بند کی جو وہ کھولے بیٹھا تھا اور پھر مزید کچھ بھی بند کیے بغیر وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے گھوما۔

وہ اب باپ کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھا جو لاؤنج کے بیرونی دروازے سے سیدھا اندر آیا تھا لیکن ابھی تک اس کے قریب نہیں پہنچا تھا۔ امامہ ہارن کی آواز سن کر بھی نہیں آئی تھی۔ جبریل ہارن کی آواز سن ہی نہیں سکا تھا۔ اس کا ذہن جس گرداب میں پھنسا ہوا تھا وہاں وہ سن بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں ایک اسائنمنٹ کی تیاری کر رہا تھا۔" جبریل نے اپنے سامنے کھڑے سالار کو دیکھے بغیر' نظریں ملائے بغیر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کہا۔ وہ باپ کا چہرہ کیوں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ وہ ساڑھے نو سال کا بچہ اس وقت نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس نے جیسے بے خبری میں ایک ایسا راز پالیا تھا جسے اب وہ کسی کے سامنے عیاں ہو جانے سے ڈر رہا تھا۔

سالار نے جبریل کا چہرہ دیکھا۔ اس کے عقب میں ڈیسک ٹاپ پر ورلڈ بینک کا ہوم پیج دیکھا' پھر اس نے اپنی ڈنر جیکٹ اتارتے ہوئے اس سے کہا۔

"بہت دیر ہو گئی ہے۔ ساڑھے دس ہو رہے ہیں اور تمہیں دس بجے سے پہلے پہلے سب کام مکمل کر لینا چاہیے' یاد ہے؟"

سالار نے جیسے اسے یاد دہانی کرائی تھی۔ وہ اس گھر کے بچوں کے لیے ایک طے شدہ معمول تھا' دس بجے سے پہلے پہلے ۔۔۔ اپنا کام مکمل کر کے سو جانا۔

جبریل نے اس بار بھی باپ کو دیکھے بغیر سر ہلایا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہاری ممی کہاں ہیں؟" سالار نے اس سے پوچھا۔۔۔ ہارن کی آواز کے باوجود بھی اس کا استقبال کرنے نہیں آئی تھی۔ اور جبریل رات کے اس پہر لاؤنج پر ڈیسک ٹاپ پر اکیلا موجود تھا۔ اس کے گھر میں یہ خلاف معمول تھا۔ ۔۔۔ وہ خدشہ جو اسے ڈنر میں لاحق ہوا تھا وہ جیسے یقین میں بدلتا جا رہا تھا۔

جبریل کو جواب دینا نہیں پڑا۔۔۔ بچوں کے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ آ گئی تھی۔ سالار نے اسے دیکھا اور اس کے چہرے پر پڑنے والی ایک نظر ہی اسے یہ بتانے کے لیے کافی تھی کہ اس کے بدترین خدشات ٹھیک ثابت ہوئے تھے۔

اس لاؤنج میں موجود تینوں افراد عجیب ڈرامائی انداز میں وہاں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ کسی اسٹیج پلے کے ایکٹرز کی طرح جو ڈرامے کے درمیان اپنی لائنز بھولنے کے ساتھ ساتھ اسٹیج پر آمد اور جانے کا راستہ بھی بھول چکے تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ پہلے دوسرا جائے۔

وہ خاموشی اس ساڑھے نو سال کے بچے نے پہلی بار اپنے گھر میں اپنے ماں باپ کے درمیان ایک دیوار کی طرح حائل ہوتی دیکھی تھی۔ اور اس خاموشی نے اس کے خوف کو بڑھایا تھا۔ وہ بلا کا ذہین تھا لیکن دنیا کی کوئی ذہانت انسانی رشتوں کے الجھے دھاگوں کو سلجھا نہیں سکتی۔ نہ جذباتیت کو مات دے سکتی ہے نہ بے حسی کو توڑ سکتی ہے۔ نہ خاموشی کی دیواریں چھید سکتی ہے۔

سالار کی طرح جبریل نے بھی یہ تو جان لیا تھا کہ امامہ بھی سالار کی بیماری کے بارے میں جان گئی تھی لیکن یہ انکشاف اسے کس حد تک اذیت دے رہا تھا۔ جبریل اس کا اندازہ نہیں کر پا رہا تھا نہ اس کے رد عمل کا۔۔۔

"گڈ نائٹ۔" اسے جیسے راہ فرار سوجھ گئی تھی۔ وہ دو لفظ بول کر ماں کی طرف دیکھے بغیر وہاں سے غیر متوازن چال کے ساتھ گیا تھا۔ لاؤنج میں کھڑے رہ جانے والے ان دونوں افراد نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نظر پھر دوسری پھر تیسری۔۔۔ پھر سالار پلٹ کر اپنے بیڈ روم کی طرف گیا تھا۔ وہ اس سے زیادہ ان نظروں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

اپنے بیڈ روم میں داخل ہو کر پیچھے دیکھے بغیر بھی وہ جانتا تھا وہ اس کے پیچھے تھی اور میکانکی انداز میں اندر آئی تھی یوں جیسے کسی ٹرانس میں تھی۔ سحر زدہ نہیں تھی۔ دہشت زدہ تھی۔۔۔ یوں جیسے بہت کچھ پوچھنے کے باوجود کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ جیسے اسے یقین تھا۔۔۔ اب جو بھی خبر ملنی تھی۔ بدی سے بدتر ملنی تھی۔

سالار اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ ڈنر جیکٹ کو صوفے پر پھینکتے ہوئے اس نے وہ فون ٹراؤزر کی جیب سے نکال لیا تھا جو بج رہا تھا۔ وہ سکندر عثمان تھے۔۔۔ اس نے اس بار باپ سے صرف نظر نہیں کیا تھا۔ جب امامہ کو سب کچھ پتا چل چکا تھا تو پھر باقی کسی سے کیا چھپانا تھا اسے؟

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کی آواز سنتے ہی سکندر عثمان اپنا حوصلہ کھو بیٹھے تھے۔۔۔ سالار نے باپ کو زندگی میں پہلی بار روتے دیکھا تھا اور اس لمحے اسے پہلی بار احساس ہوا کہ صرف اولاد کے آنسو ہی تکلیف دہ نہیں ہوتے۔ ماں باپ کو اپنی نظروں کے سامنے اپنی وجہ سے روتے دیکھنا بھی بے حد مشکل ہوتا ہے۔

"تم نے طے کر رکھا ہے کہ تم ساری عمر مجھے چین نہیں لینے دو گے۔"

سکندر عثمان نے آنسوؤں کے درمیان اس سے کہا۔ وہ اولاد کی تکلیف پر پریشان ہونے والے باپ تھے' رو پڑنے والے باپ نہیں تھے۔ آج ان کا یہ زعم بھی اسی اولاد نے ختم کیا تھا جو اتنے سالوں سے ان کے لیے فخر کا باعث رہی تھی۔

"اس بار تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا پاپا!" اس جملے نے سکندر عثمان کو مزید زخمی کیا تھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ واقعی اس بار تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

"میں اور تمہاری ممی کنشاسا آ رہے ہیں' اسی ہفتے۔" انہوں نے اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی۔

"پاپا! کیا فائدہ ہے؟ میں وقت نہیں دے پاؤں گا۔ سب کچھ وائنڈ اپ کر رہا ہوں میں یہاں' کچھ دنوں کی بات ہے پھر میں آجاؤں گا آپ کے پاس' پاکستان۔"

اس نے باپ کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔ وہ ان دونوں کو ان حالات میں اپنے سامنے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ میں فی الحال بالکل ٹھیک ہوں۔ ٹریٹمنٹ ہو رہا ہے۔ آپ صرف دعا کریں۔ ممی سے میری بات کروا دیں۔" اس نے سکندر عثمان کو دلاسا دیتے ہوئے انہیں ماں سے بات کروانے کو کہا۔ طیبہ بھی اسی کیفیت میں تھی جس میں سکندر عثمان تھے۔۔۔ اس کی بیماری کا انکشاف جیسے ایک آتش فشاں کے پھٹنے کی طرح تھا جس نے منٹوں میں اس سے جڑے ہر شخص کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

کمرے میں ٹہلتے ہوئے فون کان سے لگائے وہ اپنے ماں باپ کو تسلیاں دیتے ہوئے اس وجود سے بے خبر نہیں تھا جو کمرے کے درمیان اس ساری گفتگو کے دوران کسی بت کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ ایک ایک لفظ کو سنتے ہوئے اور ایک بھی لفظ کو سمجھے بغیر۔

سالار نے بالآخر فون بند کیا اور اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ ایک عجیب سا احساس جرم تھا جس کا شکار وہ اس وقت ہو رہا تھا۔ پتا نہیں احساس جرم تھا یا خود ترسی۔۔۔ اس کی بیماری نے اسے بڑے غلط انداز میں سب کی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ سب کی توجہ کا مرکز اور ہر ایک کی تکلیف کا باعث۔

اس نے فون رکھ کر امامہ کو دیکھا۔ اس کا چہرہ سفید تھا۔۔۔ بالکل بے رنگ یوں جیسے اس نے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو' اس پر نظریں جمائے پلکیں جھپکائے بغیر۔۔۔ شاکی نظریں بے یقینی سے بھری ہوئی۔

"بیٹھ کے بات کرتے ہیں!" خاموشی کو سالار نے توڑا تھا' وہ اس کی نظروں کا سامنا نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر امامہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے صوفے کی طرف لے آیا۔۔۔ وہ کھنچی چلی آئی تھی۔۔۔ یوں جیسے ایک روبوٹ ہو۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

بہت دیر صوفے پر برابر ایک دوسرے کو دیکھے بغیر گم صم بیٹھے سالار نے بالآخر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ گفتگو کا آغاز اب بھی اسے ہی کرنا تھا۔ سوال کا جواب جاننے کے باوجود اس نے پوچھا تھا۔

اس سوال کے علاوہ سارے سوال مہلک تھے۔۔۔ سارے سوالوں سے وہ بچنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے کے بارے میں پوچھنا اور بات کرنا اور بات تھی۔ اپنے بارے میں بات کرنا۔۔۔ اپنی بیماری۔۔۔ اپنی زندگی' اپنی موت۔۔۔ یہ انسان نہیں کر سکتا' وہ بھی انسان تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم نے کیوں نہیں بتایا؟" سوال کا جواب وہ نہیں آیا تھا جس کی اسے توقع تھی۔ سوال کا جواب سوال سے ہی آیا تھا۔۔۔ گلے میں پھنسی ہوئی رندھی ہوئی زخمی سی آواز میں۔۔۔ وہ امامہ کی آواز نہیں تھی۔ بے بسی اور بے یقینی کی آواز تھی۔ کیا ہوا۔۔۔؟ کب ہوا۔۔۔ سے بھی زیادہ چبھنے والا سوال۔۔۔ اس نے اسے اس قابل کیوں نہیں سمجھا تھا کہ اپنی زندگی کی اتنی بڑی تکلیف دہ خبر کو اس کے ساتھ بانٹتا۔۔۔ چھپانا کیوں ضروری سمجھا تھا۔ زندگی کے اتنے سال ساتھ گزارنے کے باوجود بھی۔

"ہمت نہیں پڑی۔" جواب نے امامہ کی ہمت بھی توڑی تھی۔ وہ کم حوصلہ تو کبھی نہیں تھا' تو کیا وہ خبر اس بیماری کی نوعیت اس حد تک خراب تھی کہ وہ کم ہمت ہو رہا تھا۔

وہ اسے دیکھے بغیر اب جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے اسے اپنی بیماری کے بارے میں بتا رہا تھا۔

ٹیومر کی تشخیص۔۔۔ نوعیت' ممکنہ علاج' متوقع مضمرات۔۔۔ مدھم آواز میں اسے دیکھے اس سے نظریں ملائے بغیر وہ اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا' وہ دم سادھے سب کچھ سنتی گئی۔ یوں جیسے وہ اپنے کسی بھیانک خواب کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گے نا؟"

اس نے ساری گفتگو سننے کے بعد اس کا کندھا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منت والے انداز میں پوچھا تھا' یوں جیسے وہ مریض نہیں ڈاکٹر تھا اور اس کی زندگی اور بیماری خود اس کے ہاتھ میں تھی۔۔۔ وہ جواب ہی نہیں دے سکا۔ بول ہی نہیں سکا۔ وہ سوال تھوڑی تھا وہ تو آس اور امید تھی جو وہ اسے کم از کم اپنے لفظوں سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنی بیماری کے بارے میں پاکستان اور امریکہ کے ڈاکٹرز کی آرا بتا دی تھیں اور اس کے باوجود وہ اس سے ایک احمقانہ سوال پوچھ رہی تھی' سالار نے خفگی محسوس کی' غصہ نہیں آنا چاہیے تھا لیکن غصہ آیا تھا۔

"امامہ! تم جا کر سو جاؤ۔" اس نے اپنے کندھے سے اس کے دونوں ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے کچھ کھردرے لہجے میں ایک ویسا ہی احمقانہ مشورہ دیا۔ وہ اپنے جوتے اٹھا کر صوفے سے اٹھ جانا چاہتا تھا۔ وہ اٹھ نہیں سکا۔ وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ بچوں کی طرح اس کے کندھے سے لگی۔۔۔ وہ اسے سونے کا کہہ رہا تھا۔ نیند تو ہمیشہ کے لیے چلی گئی تھی اب اس کی زندگی سے۔۔۔ وہ جو ایک گھر اتنی مشکل سے بنایا تھا وہ ٹوٹنے جا رہا تھا۔ سائبان ہٹنے والا تھا اور وہ اسے کہہ رہا تھا وہ سو جائے۔

وہ اس سے لپٹی ہچکیوں کے ساتھ روتی رہی' وہ مجرموں کی طرح چپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔۔۔ تسلی دلاسا دے سکتا تھا۔ پر کیا دیتا۔۔۔ ابھی اسے وہ سارے لفظ ڈھونڈنے اور سوچنے تھے' جن میں وہ اپنی بیوی کو یہ کہتا کہ وہ اب اپنے مستقبل کو اس کے بغیر سوچے' اپنے حال میں سے اسے نکالنا سیکھے۔۔۔ یہ ناامیدی اور مایوسی نہیں تھی۔ حقیقت پسندی تھی۔۔۔ وہ حقیقت پسندی جس سے امامہ نفرت کرتی تھی۔

"میں رپورٹس دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ روتے روتے یک دم بولی تھی۔ پتا نہیں اب کیا گمان تھا جسے وہ وہم بنانا چاہتی تھی۔ سالار نے ایک لفظ کہے بغیر اٹھ کر کمرے میں پڑی ایک کیبنٹ سے فائلز کا ایک پلندہ لا کر اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ وہ کپکپاتے ہاتھوں سے ان رپورٹس کو دیکھنے لگی' دھندلائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ ان کاغذات کو دیکھتے ہوئے جیسے یہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ کچھ اور تو نہیں تھا جو وہ چھپا رہا تھا۔ کوئی اور بری خبر' پیروں کے نیچے سے باقی ماندہ زمین بھی نکال دینے والا انکشاف۔۔۔ ہر کاغذ اس کی آنکھوں کی دھند کو گہرا کر رہا تھا' وہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ رہ چکی تھی رپورٹس میں استعمال شدہ ٹرمز کو پڑھ بھی سکتی تھی' سمجھ بھی سکتی تھی۔ آخری فائل کو بند کر کے واپس رکھتے ہوئے اس نے سالار کو دیکھا۔

"میڈیکل سائنس غلط بھی تو کہہ سکتی ہے۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سالار رندھی ہوئی آواز میں کہے گئے اس جملے پر ہنس پڑا۔ وہ غلط آدمی کو غلط جملے سے امید دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ بلکہ شاید یہ جملہ اس سے نہیں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔ اپنے دماغ میں چلنے والے جھگڑ روکنے کے لیے۔

"ہاں سائنس غلط بھی کہہ سکتی ہے.... ڈاکٹرز کی تشخیص بھی غلط ہو سکتی ہے' علاج بھی۔" اس نے امامہ ہاشم کی بات کو رد نہیں کیا تھا.... اس کی اذیت کو وہ اور نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گے نا؟" اس کا بازو ایک بار پھر تھاما گیا تھا۔ سوال پھر دہرایا گیا تھا.... وہ خاموش نہیں رہ سکا غصہ بھی نہیں دکھا سکا۔

"اگر میرے ہاتھ میں ہوتا تو ضرور.... لیکن یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے ان شاء اللہ۔"

وہ پھر ہچکیوں سے رو پڑی تھی۔ اس بار سالار نے اسے لپٹا لیا۔ وہ مرد تھا رونا نہیں چاہتا تھا مگر جذباتی ہو رہا تھا.... وہ آنسو نہیں تھے۔ وہ سارے خوف اور خدشات تھے جو اس کی بیماری ان کی زندگی میں لے آئی تھی۔ چار کم سن بچوں کے ساتھ وہ ایک عورت' اپنی زندگی کو کیسے اکیلے بسر کر لینے کا تصور کر لیتی۔ جب وہ پچھلے گیارہ سالوں سے اس پر ہر لحاظ سے انحصار کرتی رہی تھی۔ خوف بے شمار تھے اور وہ اس کے اظہار کے بغیر بھی جیسے اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔

"امامہ! تمہیں بہادر بن کر اس سب کا مقابلہ کرنا ہے۔"

اس نے بالآخر اس کے لیے ایک جملہ ڈھونڈا تھا کہنے کے لیے.... صدیوں پرانا روایتی جملہ.... تکلیف میں انسان بے حس تو ہو سکتا ہے بہادر کیسے ہوتا ہے؟.... وہ اس سے کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہیں سکی۔

زندگی میں پہلی بار اس نے سالار کی کسی بات پر اعتراض کے باوجود وہ اعتراض اس تک نہیں پہنچایا.... لڑنا جھگڑنا بحث مباحثہ یہ تو تب ہوتا ہے جب سالوں کا ساتھ ہو.... سالوں کا ساتھ گزر گیا تھا.... اب جو رہ گیا تھا۔ وہ مہلت تھی اور اس مہلت نے اسے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔ شکوہ.... شکایت.... گلہ.... اعتراض.... کچھ بھی.... وہ روتی رہی وہ اسے ساتھ لگائے تھپکتا رہا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" بہت دیر تک اس سے لپٹ کر روتے رہنے کے بعد وہ اس سے الگ ہوئی اور اس نے جیسے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تم پھر سوال کر رہی ہو؟" سالار کو لگا اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔

"نہیں' سوال نہیں کر رہی۔ بتا رہی ہوں.... تمہیں بہادر بن کر اس سب کا مقابلہ کرنا ہے۔"

وہ اس کا جملہ اسی سے دہرا رہی تھی وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"بیماری ہے۔ موت تو نہیں ہے۔" کیسی تسلی تھی جو اس نے دی تھی۔ اسے شاید خیال آیا تھا کہ اسے سالار کو تسلی دینا چاہیے تھی اس کے آنسو اسے پریشان کر رہے ہوں گے.... مگر اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے الفاظ اس کے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہے ہوں گے۔

امامہ سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ لڑکھڑاتی زبان میں اسے جو امید دلا رہی تھی' اس کی حقیقت اسے بھی پتا تھی اور اس کو بھی جیسے وہ امید دلا رہی تھی۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔" وہ مسکرایا.... امامہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک اور سیلاب آیا۔

"میں نے زندگی میں تمہیں بہت سارے آنسو دیے ہیں' تمہارے رونے کی بہت ساری وجوہات کا باعث بنا ہوں میں۔" اس کے آنسوؤں نے عجیب کانٹا چبھویا تھا سالار کو....

بہتے آنسوؤں کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے وہ ہنسی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہاں پر میری زندگی میں خوشی اور ہنسی کے سارے لمحات کی وجہ بھی تم ہو۔"
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔۔۔ پھر یک دم اٹھ کھڑا ہوا۔
"سو جاؤ۔۔۔ بہت رات ہو گئی ہے۔" وہ کپڑے تبدیل کرنے کے لیے واش روم میں چلا گیا تھا جب واپس آیا۔ وہ اسی طرح وہاں بیٹھی تھی۔۔۔ ان ہی فائلوں کے پلندے کو ایک بار پھر گود میں لیے۔۔۔ یوں جیسے اس میں جھوٹ ڈھونڈ رہی ہو۔۔۔ کوئی غلطی کوئی غلط فہمی۔۔۔ امید تو وہاں نہیں تھی۔
سالار نے کچھ کہے بغیر خاموشی سے اس کی گود سے وہ ساری فائلیں اٹھالیں' اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔
"امامہ! ایک وعدہ کرو؟" فائلوں کو اس کیبنٹ میں لاک کرتے ہوئے سالار نے اس سے کہا۔
"کیا؟" اس نے دوپٹے سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے اس سے کہا۔
"بچوں کو کچھ پتا نہیں چلنا چاہیے۔ وہ بہت چھوٹے ہیں۔"
امامہ نے سر ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

"برین ٹیومر کیا ہوتا ہے؟" حمین نے دعا کا آخری لفظ پڑھتے ہی جبریل سے پوچھا' جبریل کا رنگ اڑ گیا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آیا تھا۔
"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" جبریل کو لگا جیسے حمین نے وہ سوال اس سے جان بوجھ کر کیا تھا۔ یوں جیسے اس کی چوری پکڑلی تھی۔ "کوئی disease (بیماری) ہوتی ہے؟" وہ جبریل سے پوچھنے کے باوجود اندازہ لگا چکا تھا۔
"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" جبریل نے ایک بار پھر اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اپنا سوال دہرایا' لیکن اس نے دل میں جیسے دعا کی تھی کہ اسے کچھ پتا نہ ہو۔
"ہماری فیملی میں کسی کو برین ٹیومر ہے۔" حمین نے بالآخر اعلان کیا جبریل نے عنایہ اور رئیسہ کو دیکھا وہ دونوں سو چکی تھیں۔
"I think dada has got brain tumar (میرا خیال ہے دادا کو ہے)" اس نے جبریل کے تبصرے سے پہلے اپنا اگلا نتیجہ اس کے ساتھ بانٹا۔
"He told Mummy and Mummy got upset۔" انہوں نے ممی کو بتایا ہے اور ممی اپ سیٹ ہو گئی ہیں)
جبریل اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔ تو اس کی ماں تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ اور اس کے دادا تک بھی۔۔۔ اور پوری فیملی تک۔۔۔ وہ بچہ سوچ رہا تھا۔
"Is dada going to die (کیا دادا مرنے والے ہیں؟)"
حمین نے اس بار لیٹے لیٹے بے حد رازدارانہ انداز میں جبریل سے پوچھا۔
"نہیں۔" اس نے بے اختیار کہا۔
"Thank God.... I love him so much"
"تھینک گاڈ! مجھے ان سے بہت پیار ہے۔"
حمین نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ سینے پر رکھ کر جیسے سکون کا سانس لیا۔
"تب ٹھیک ہے۔"

Downloaded From
Paksociety.com

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"حمین! تم یہ بات کسی کو مت بتانا۔" جبریل نے یک دم اسے ٹوکا۔
"دادا کے برین ٹیومر والی؟" وہ متجسس ہوا۔
"ہاں۔"
"کیوں؟"
اس کیوں کا کوئی معقول جواب نہیں تھا اس کے پاس' لیکن جواب کے بغیر حمین کو وہ قائل نہیں کر سکتا تھا۔
"یہ ممی کا سیکرٹ ہے' وہ اسے ڈس کلوز (ظاہر) نہیں کرنا چاہتیں۔"
"اوہ! ہاں۔" حمین کو فوری طور پر بات سمجھ میں آگئی۔
"دادا نے ممی کو یہ بات بتائی تو وہ اپ سیٹ ہو گئیں' اب تم کسی اور کو بتاؤ گے تو وہ بھی اپ سیٹ ہو جائے گا۔"
جبریل جتنے حفاظتی بند باندھ سکتا تھا' اس وقت باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ننھا بچہ ماں باپ کے اس راز کو راز رکھنے کے لیے ہلکان ہوتا جا رہا تھا۔
"اوہ مائی گاڈ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"
حمین کو یک دم خیال آیا۔ وہ جبریل کی بات نہ مان کر کتنا برا کام کرنے والا تھا۔
جبریل اب سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔
"لوگوں کو اپ سیٹ کرنا گناہ ہے نا؟" ایک پراسرار سرگوشی اس کے بائیں کان میں ایک بار پھر گونجی۔
"ہاں' یہ بہت بڑا گناہ ہے۔" جبریل نے سرگوشی میں ہی اندھیرے میں چمکنے والی ان آنکھوں کو ڈرایا۔
"آہاں... اوکے۔"
حمین کی آواز میں اس بار خوف تھا اور وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا... وہ آج کل ہر کام اور بات کو ایک ہی پیمانے پر جج کرتا تھا... کیا وہ sin (گناہ) ہے؟
جبریل کچھ دیر اسی طرح لیٹا رہا... نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ حمین کے خراٹے تھوڑی ہی دیر میں اس کے کانوں میں گونجنے لگے وہ اس کے خراٹوں سے بے حد چڑتا تھا اور ہمیشہ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ حمین سے پہلے سوئے کیونکہ اگر وہ پہلے سو جاتا تو اس کے خراٹوں کی آواز سے وہ سو نہیں پاتا تھا... اور آج وہ جان بوجھ کر اس کے نیند میں جانے کا انتظار کرتا رہا' جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ سو چکا ہے تو وہ بڑی احتیاط سے بستر سے اٹھا اور دبے قدموں چلتا ہوا دروازہ کھول کر دوبارہ لاؤنج میں آگیا جس کی لائٹ اب آف تھی۔ جبریل نے لاؤنج کی لائٹ جلائے بغیر کمپیوٹر آن کیا اور دوبارہ ان ہی میڈیکل ویب سائٹس کو دیکھنے لگا جنہیں وہ سالار کے آنے سے پہلے دیکھ رہا تھا۔
ساڑھے نو سال کی عمر میں محمد جبریل سکندر نے پہلی بار برین ٹیومر کے بارے میں پڑھا تھا... نیورو سرجری کے بارے میں... neurooncology کے بارے میں oligodendrogliomas کے بارے میں... اس کی ہر ٹائپ کے بارے میں... اور دماغ کے بارے میں... وہ پہلے بھی اپنی سائنس کی کلاسز میں دماغ کے بارے میں متجسس رہتا تھا لیکن اب وہ دماغ اور اس کو لاحق ایک بیماری اس شخص کی زندگی کو چیلنج کر رہی تھی جس سے اسے بے حد پیار تھا... وہ اس بیماری کا علاج ڈھونڈنا چاہتا تھا جس سے وہ اپنے باپ کی زندگی بچا سکے... ساڑھے نو سال کی عمر میں دماغ اور دماغ کی بیماریوں سے یہ دنیا کے کم عمر ترین اور قابل ترین سرجن کا پہلا تعارف تھا...
سالار سکندر اپنی بیماری کے بارے میں جتنا کچھ جانتا تھا' جبریل سکندر اس ایک رات میں اس سے دس گنا زیادہ جان چکا تھا... وہ پہلی رات نہیں تھی جب جبریل جاگ کر اس بیماری کی کھوج میں لگا تھا' وہ اس کی زندگی کی ان راتوں کا آغاز تھا جو اسے دماغ کی گتھیوں کو سلجھانے میں گزارنی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

✡ ✡ ✡

اس رات امامہ کو نیند نہیں آئی.... سالار کے سو جانے کے بعد بھی وہ اس طرح جاگتی رہی تھی جیسے نیند نامی کسی شے سے واقف ہی نہ ہو۔

اسے خوف رہتا تھا وہ جس سے پیار کرتی تھی وہ اس سے چھن جاتا تھا۔ وہ سالار سے پیار نہیں کرتی تھی۔ کرنے لگی تو اس کا اعتراف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ ضروری ہو گیا تو وہ اس کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ وہ اس کو کھو دینے سے ڈرتی تھی.... پیار کیسی قاتل شے ہے.... کسی تیر تلوار سے نہیں مارتا.... "ہو" جانے سے مار دیتا ہے۔

اس نے لاہور میں نہر کنارے ملنے والی اس بوڑھی خانہ بدوش عورت کے بارے میں سالار کو بھی بتایا تھا.... جب وہ اس کے پاس امریکہ واپس گئی تھی اور وہ حیران رہ گیا تھا کہ وہ موم کیسے ہوئی۔ اس کا دل کیسے بدل گیا۔

سالار نے اس بوڑھی عورت کے قصے کو دلچسپی سے سنا تھا۔ یقین نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا امامہ اس وقت جس ذہنی حالت میں تھی وہ چیزوں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ حساسیت دکھا رہی تھی' اس نے امامہ کی اس بات کو بھی زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا تھا کہ وہ اس عورت کو کوشش کے باوجود ڈھونڈ نہ سکی۔

اور آج اتنے سالوں کے بعد امامہ کو ایک بار پھر وہی عورت یاد آئی تھی۔ وہ کہیں اسے ملتی تو وہ اسے بتاتی کہ اسے وہم نہیں تھا.... وہ جس سے پیار کرتی تھی۔ وہ اس سے چھن جاتا تھا۔

سالار کی آنکھ رات کے کسی پل کھلی تھی' امامہ برابر کے بستر میں نہیں تھی' صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بستر کی طرف کے پڑے ہوئے صوفے پر.... اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر دیا۔ وہ واقعی وہیں تھی۔ صوفے پر سر جھکائے.... وہ کمرے میں روشنی ہونے پر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی' ایک گہرا سانس لے کر سالار نے اپنی آنکھوں کو رگڑا تھا پھر وہ اٹھ کر اس کے برابر صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں پتا ہے میں کیوں تمہیں یہ سب نہیں بتانا چاہتا تھا۔ صرف اسی وجہ سے؟ تم مجھے بہت پریشان کر رہی ہو۔" وہ مدھم آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ اسے ڈانٹنا چاہتا تھا.... ڈانٹ نہیں سکا....

اس نے سر اٹھا کر سالار کا چہرہ دیکھا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی۔"

"تم سونے کے لیے لیٹو گی تو نیند آ جائے گی۔" اس نے جواباً کہا۔

وہ چپ چاپ اس کے پاس سے اٹھ کر بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔ اس کی اس اطاعت نے سالار کو بری طرح کاٹا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ بجھا کر وہ بھی سونے کے لیے بستر پر لیٹ گیا تھا لیکن نیند اب اس کی آنکھوں سے بھی غائب ہو گئی تھی۔

✡ ✡ ✡

بیماری کے انکشاف کے اثرات اسے اگلے دن ہی پتا چلنے شروع ہو گئے تھے.... بورڈ آف گورنرز کے پانچوں ارکان کے بعد باری باری بہت سے ایسے لوگوں نے اسے میسجز اور کالز کرنی شروع کر دی تھیں جو ان کے اس مالیاتی نظام سے وابستہ ہونے کے لیے فنانشل امداد دے رہے تھے۔ وہ سالار سکندر کی زندگی کے حوالے سے تشویش کا شکار نہیں تھے' وہ اس ادارے میں اپنی انویسٹمنٹ کے حوالے سے عدم تحفظ کا شکار ہو گئے تھے' جس سے وہ سالار سکندر کے نام کی وجہ سے جڑنا چاہتے تھے۔

یہ سالار سکندر اور اس کے ساتھیوں کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا.... اس اسٹیج پر اس طرح کی عدم اعتمادی ان کے ادارے کی ساکھ کے لیے بے حد نقصان دہ تھی....

اگلے چند دن سالار سکندر نے دنیا جہاں سے مافیہا صرف کالز' ای میلز' میسجز کے ساتھ گزارے تھے....

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کچھ بڑے سرمایہ کار پیچھے ہٹ گئے تھے اور وہ واپس تب آنے پر تیار تھے جب انہیں ان کا ادارہ کام کرتا اور کامیاب ہوتا نظر آتا۔۔۔ باقی کے سرمایہ کاروں کو روکنے کے لیے جان توڑ کوششوں کی ضرورت تھی۔ جو وہ سب کر رہے تھے۔

ایک capitalistic (سرمایہ دارانہ) دنیا کے اندر روپیہ صرف روپے کے پیچھے بھاگتا ہے۔۔۔ اور روپیہ سانپ کی طرح ڈرپوک ہوتا ہے۔ ایک ہلکے سے خطرے کی آہٹ پر بھی بھاگ جاتا ہے۔۔۔ دوستیاں، تعلقات، اعتماد۔۔۔ کوئی چیز اس کے پاؤں کی زنجیر نہیں بنتی سوائے ایک چیز کے۔۔۔ تحفظ اور ترقی۔۔۔ وہ صرف وہاں ٹکتا ہے جہاں پھل پھول سکتا ہے۔۔۔ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر سکتا ہے۔۔۔ وہاں نہیں جہاں اس کی ترقی کو خدشات لاحق ہو جائیں۔

سالار سکندر نے زندگی کا ایک بڑا حصہ مالیاتی اداروں اور انویسٹمنٹ بینکنگ میں گزارا تھا، وہ سرمایہ کاروں کی نفسیات اور ذہنیت کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرح جانتا تھا۔۔۔ وہ کب درخت پر بیٹھے پرندوں کی طرح اڑتے ہیں اور کب دانے کے پیچھے آتے ہیں یہ کوئی اس سے بہتر نہیں جان سکتا تھا۔۔۔ اس کے باوجود وہ اپنے موجودہ آقاؤں کی کرم نوازی کی وجہ سے ایک بے حد مشکل صورت حال میں پھنس چکا تھا۔

اگلے چند ہفتے ان ابتدائی چند دنوں سے بھی زیادہ مشکل ثابت ہوئے تھے۔۔۔ ان کے سارے بڑے سرمایہ کار، انہیں چھوڑ چکے تھے۔۔۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ان کا ستر فی صد فنانس ان کے پاس آنے سے بھی پہلے ختم ہو گیا تھا تیس فی صد فنانس وہ تھا جو بورڈ آف ڈائریکٹرز کی اپنی کنٹری بیوشن تھی اور وہ سارا ان انویسٹرز کی شکل میں موجود تھا جو وہ ان پانچ سالوں میں اپنے ادارے کے لیے دنیا کے مختلف حصوں میں کرنے آئے تھے۔۔۔ ان کے پاس رننگ کیپٹل بہت کم تھا۔۔۔ وہ کیپٹل جس کی بنیاد پر انہوں نے بین الاقوامی طور پر اس ادارے کا آغاز کرنا تھا۔۔۔ ایک بڑے سرمایہ کار کے معاہدہ کر کے بھاگ جانے کا مطلب تھا کہ ہزاروں دوسرے پوٹینشل انویسٹر آپ کو اپنے ریڈ زون میں رکھ دیں۔۔۔ جانے والا بڑا انویسٹرز کئی ممکنہ آنے والے انویسٹرز کو بھی پہلے ہی غائب کر دیتا ہے، پانچ سال میں دن رات کی جانے والی محنت چند ہفتوں میں دھویں کی طرح اڑ گئی تھی۔ وہ اگر پھر سے زیرو پر نہیں بھی آئے تھے تب بھی ان کی ساکھ کی کمر ٹوٹی تھی۔

اور اس سارے کرائسس نے سالار کو ایک اور چیز سکھائی تھی۔۔۔ کوئی بھی ادارہ فرد واحد پر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ ون مین شو اس ون مین کے ختم ہونے کے بعد آدھی سیٹوں کے تماشائی بھی کھینچ کر نہیں لا سکتا۔۔۔ یہ بہت بڑا سبق تھا جو سالار سکندر نے بہت بڑی قیمت ادا کر کے حاصل کیا تھا۔

وہ زندگی میں بہت کم مایوس ہوا تھا، بہت کم اسے یہ لگا تھا کہ وہ کچھ نہیں کر سکے گا اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اسے بیٹھ کر یہ سوچنا پڑ گیا تھا کہ کیا یہ سب کچھ ایسا تو نہیں ہے جو وہ نہیں کر سکتا۔ کیا وہ اپنی صلاحیتوں اور استطاعت سے بڑا خواب دیکھ رہا تھا؟ کیا اس کی فیملی کے لوگ اور احباب ٹھیک تھے جب وہ اسے اس راستے پر چلنے سے روک رہے تھے۔۔۔ وہ نہیں سمجھ پایا کہ وہ اتنا منفی ہو کر کیوں سوچ رہا تھا۔ شاید اس کی ایک بنیادی وجہ وہ بیماری تھی جس کا وہ شکار تھا، جو اسے زندگی میں پہلی بار زندگی کے آخری لمحے کے بارے میں ٹک ٹک کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔۔ سات سے دس سال۔۔۔ اسے جو بھی کرنا تھا۔۔۔ اس سے بھی کم مدت میں کرنا تھا۔۔۔ لیکن دھاگے کا سرا کہاں تھا؟ اور سرا پکڑا کیسے جائے فوری طور پر یہ سمجھ سے باہر تھا۔

☼ ☼ ☼

"اگر میں تمہیں ایک بیڈ نیوز بتاؤں تو کیا تم اپ سیٹ ہو جاؤ گی؟" اگلے دن اسکول ختم ہونے کے بعد گاڑی کے انتظار میں کھڑے حمین سکندر نے رئیسہ سے کہا۔۔۔ عنایہ اور جبریل کو پک کرنے سے پہلے ڈرائیور ان دونوں کو

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پک کرتا تھا پھر اسی سکول کے ایک دوسرے کیمپس سے جبریل اور عنایہ کو۔۔۔

ایک لمحہ کے لیے رئیسہ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ حمین کے اس سوال کا کیا جواب دے۔۔۔ جبریل کے خوب سمجھانے بجھانے اور دھمکیوں کے باوجود وہ کوئی خبر اتنی ہی دیر ہضم کر سکتا تھا جتنی دیر اس نے ہضم کر لی تھی۔ اور گھر میں رئیسہ وہ سب سے پہلا فرد ہوتی تھی جسے وہ ہر بریکنگ نیوز دیتا تھا' کیونکہ گھر میں رئیسہ کے علاوہ اسے کوئی اس جیسا سامع نہیں ملتا تھا جو اس کی ہر بات کو نہ صرف دلچسپی سے سنتا رہتا بلکہ آمنا و صدقنا کہہ کر اس پر یقین بھی کر لیتا۔

گھر میں اب بچوں کے دو گروپ تھے۔۔۔ جبریل اور عنایہ۔۔۔ سوبر اور سمجھ دار۔۔۔ اور حمین اور رئیسہ ان دونوں کو کس کیٹگری میں ڈالا جاتا یہ مشکل تھا کیونکہ وہ دونوں ایک کیٹگری میں نہیں آتے تھے' حمین بے حد شرارتی اور باتونی تھا۔۔۔ سوالات کی بھرمار کے ساتھ۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بے انتہا ذہین۔۔۔ پڑھائی اس کا مسئلہ نہیں تھا۔ اس کے ماں باپ کا مسئلہ تھا۔۔۔ رئیسہ اس کا الٹ تھی۔۔۔ خاموش' مؤدب' سوچ سمجھ کر بولنے والی۔۔۔ لیکن اوسط ذہانت کے ساتھ۔۔۔ وہ فطرت اور عادات کے حساب سے جبریل اور عنایہ کے گروپ میں زیادہ بہتر طور پر ایڈجسٹ ہوتی لیکن ذہانت کے حساب سے اسے کہیں رکھنا ہوتا تو وہ دونوں ہی گروپس میں نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

سالار اور امامہ کے تینوں بچوں کے آئی کیو میں انیس بیس کا فرق ہو سکتا تھا مگر ایک اور بیس کا نہیں لیکن ذہانت اور عادات کا فرق ہونے کے باوجود حمین سکندر کے ساتھ اس کا بلا کا اتفاق تھا۔۔۔ وہ دونوں گھر کے چھوٹے تھے اور دونوں اکٹھے رہنا پسند کرتے تھے۔۔۔ جبریل اور عنایہ کی طرح۔۔۔

رئیسہ اس کی بات آدھی سمجھی تھی' آدھی نہیں سمجھی تھی لیکن اسے تجسس ہوا تھا۔

"نہیں' میں اپ سیٹ نہیں ہوں گی۔" اس نے چند لمحے سوچ کر کہا۔

"گریٹ۔" حمین کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ ایک گناہ سے بھی بچنے والا تھا اور وہ اپنے دل و دماغ کا بوجھ بھی بٹا سکتا تھا۔

"تمہیں پتا ہے' ممی اور بابا آج کل اپ سیٹ کیوں ہیں؟"

وہ اب بڑے ڈرامائی انداز میں سالار اور امامہ کی ناشتے کی میز پر "پراسرار" خاموشی کا راز فاش کرنے والا تھا۔

"کیوں۔۔۔" رئیسہ کا تجسس بڑھا۔

"دادا کو برین ٹیومر ہو گیا ہے۔"

رئیسہ نے بغیر تاثر کے اس کا چہرہ دیکھا۔ "یہ ایک بیماری ہے' لیکن وہ اس سے مریں گے نہیں۔" اس نے رئیسہ کو سمجھایا۔ رئیسہ کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی تھی۔

"اوکے۔" اس نے حسب عادت حمین کی بات کے جواب میں کہا اور فراک کی جیب میں پڑی ہوئی وہ چاکلیٹ نکال کر کھانے لگی جو کچھ دیر پہلے حمین نے اسے تھمائی تھی۔

"یہ بہت بڑا سیکرٹ ہے' بلکہ ٹاپ سیکرٹ۔" حمین اسے زیادہ متاثر نہ دیکھ کر اسے متاثر کرنے کی کوشش کی۔

رئیسہ نے چاکلیٹ چباتے چباتے رک کر اسے دیکھا۔ "واؤ۔۔۔" اس نے متاثر ہونے کی کوشش کی اور حمین بری طرح تپا۔

"میں نے تمہیں ایک بری خبر سنائی ہے اور تم کہہ رہی ہو واؤ۔۔۔"

رئیسہ چاکلیٹ کھانا بھول گئی۔

"مجھے کیا کہنا تھا؟" وہ خائف ہو گئی تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حمین دونوں ہاتھ کمر پر رکھے بے حد خفا انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"تمہیں کہنا چاہیے تھا۔ اوہ! مائی گاڈ!" حمین نے اپنا معمول کا جملہ پورے تاثرات کے ساتھ اسے رٹانے کی کوشش کی۔
"اوہ!... مائی گاڈ۔" رئیسہ نے اس جملے اور اس کے تاثرات کی نقل اتارنے کی بھرپور کوشش کی۔
"ہاں بالکل اسی طرح۔" حمین نے اس کی پرفارمنس سے مطمئن ہوتے ہوئے جیسے اسے سراہا "تم اب کسی سے بھی یہ سیکرٹ شیئر نہیں کرو گی... اوکے؟" اس نے رئیسہ کو تاکید کی "یاد رکھو' لوگوں کو اپ سیٹ کرنا گناہ ہے۔" وہ اسے ہمیشہ کی طرح سبق دے رہا تھا۔
رئیسہ نے ہمیشہ کی طرح سر ہلا دیا۔ حمین کی بات آدھی اس کی سمجھ میں آئی تھی آدھی نہیں... لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ حمین اسے اتنی لمبی چوڑی نصیحت نہ بھی کرتا تو بھی رئیسہ اس گھر میں ان چاروں میں سب سے کم بولنے والی تھی... وہ حمین سے بے حد قریب ہونے کے باوجود اس سے بھی گفتگو کا آغاز خود نہیں کر پاتی تھی۔ وہ شرماتی تھی جھجکتی تھی یا عدم اعتماد کا شکار تھی لیکن رئیسہ سالار کے لیے گفتگو کا آغاز کرنا ایک مشکل کام تھا۔ وہ صرف بات کا جواب دیتی تھی' اکسانے پر سوال کرتی تھی لیکن اگر کوئی اسے مخاطب نہ کرتا تو وہ گھنٹوں خاموش بیٹھی رہ سکتی تھی... اپنے کام یا کسی بھی اس کھلونے میں مگن جس کے ساتھ وہ کھیل رہی ہوتی۔
"کار آگئی..." حمین نے اسے تاکید کرنے کے بعد گیٹ سے نمودار ہونے والے ڈرائیور کو دیکھتے ہوئے پرجوش انداز میں اعلان کیا اور ساتھ اسے متنبہ کیا۔
"یاد رکھو' یہ ایک سیکرٹ ہے۔" حمین نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر ایک انگلی رکھی... پھر اسی ہتھیلی کو مٹھی کی شکل میں بند کیا۔ رئیسہ نے بیگ اٹھانے سے پہلے اس کے ایکشن کی نقل کی پھر حمین نے high-5 کے لیے ہوا میں ہاتھ بلند کیا۔ رئیسہ نے بھی بے حد ایکسائیٹڈ انداز میں اپنے ہاتھ کا پنجہ اس کے ہاتھ سے ٹکراتے ہوئے high Five کیا۔

☼ ☼ ☼

"سالار! کچھ دیر کے لیے یہ سب چھوڑ دو۔" امامہ نے اس رات بالآخر اس سے کہا تھا۔
وہ بہت دیر تک فون پر کسی سے بات کرتا رہا تھا اور ڈنر کے دوران آنے والی اس کال کو لینے کے بعد ڈنر بھول گیا تھا۔ امامہ بہت دیر تک ٹیبل پر اس کا انتظار کرنے کے بعد وقفے وقفے سے اسے دیکھنے بیڈ روم میں آتی رہی لیکن اسے مسلسل فون کال میں مصروف دیکھ کر اس نے بالآخر بچوں کو کھانا کھلا دیا اور اب جب وہ بالآخر بیڈ روم میں آئی تو سالار فون کال ختم کر رہا تھا۔
کھانے کا پوچھنے پر اس نے انکار کر دیا تھا۔ وہ صوفہ پر بیٹھا اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنی آنکھیں مسل رہا تھا۔ اور بے حد تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وہ جس کرائسس میں تھا' وہ اس سے بے خبر نہیں تھی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اسے زیادہ سے زیادہ تسلی ہی دے سکتی تھی لیکن اسے اندازہ تھا کہ اس کی تسلیاں طفل تسلیوں سے زیادہ کچھ نہیں... سالار سکندر کی راتوں کی نیند اگر حرام ہوئی تھی تو اس کی وجوہات یقیناً سنگین ہی تھیں۔
وہ اور سالار کئی دنوں سے آپس میں بہت کم بات چیت کر پا رہے تھے۔ جو بات چیت ہوتی بھی تو وہ بھی صرف اس کے علاج کے حوالے سے اور امامہ کی زندگی کا مرکز صرف اس کی زندگی ہی رہ گیا تھا۔ وہ کوشش اور جدوجہد کے باوجود اپنے ذہن کو کسی اور چیز میں الجھا نہیں پاتی تھی اور سالار کے پاس کنشاسا میں اپنے ان آخری مہینوں میں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اپنی بیماری کے بارے میں روز بیٹھ کر بات کرنے کے لیے وقت نہیں تھا۔
"کیا چھوڑ دوں؟" وہ آنکھیں مسلتے ہوئے چونکا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"کام۔"
"اچھا!" وہ ہنس پڑا۔
"سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنے علاج پر توجہ دو۔۔۔ اپنی صحت' اپنی زندگی پر۔ ہمارے لیے صرف وہ اہم ہے۔" وہ اب جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"امامہ! میرے پاس چوائس نہیں ہے اور میرے پاس وقت بھی نہیں ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک کام کروں۔" وہ اس کی بات سن کر کچھ لمحوں کے لیے جیسے کچھ بول ہی نہیں پائی۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا تھا۔
"میں ہر طرح سے مشکل میں ہوں آج کل' برے وقت میں نے پہلے بھی دیکھے ہیں لیکن ایسا برا وقت نہیں کہ جس چیز کو بھی ہاتھ لگاؤں ریت ہو جائے۔"
وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔۔۔ امامہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔۔۔ وہ کئی ہفتوں سے لگاتار رو رہی تھی۔ اس کے باوجود آنکھوں کا پانی ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ وہ کنواں ہی بن گئی تھیں۔
"گناہ گار تو ہوں میں۔۔۔ ہمیشہ سے ہوں۔ گمان اور غرور تو کبھی نہیں کیا میں نے' کیا بھی تو توبہ کر لی۔۔۔ لیکن پتا نہیں کیا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ یوں پکڑ میں آیا ہوں۔"
"آزمائش ہے سالار۔۔۔! گناہ کی سزا کیوں سمجھ رہے ہو؟" امامہ نے اس کی کلائی پر ہاتھ رکھا۔
"کاش آزمائش ہی ہو اور ختم ہو جائے' نہ ختم ہونے والی سزا نہ ہو۔" وہ بڑبڑا لیا تھا۔
"تمہارے پاس کتنی سیونگز ہیں؟" اس نے بات کرتے کرتے موضوع بدل دیا۔
"میرے پاس؟" وہ الجھی۔۔۔ "پتا نہیں۔۔۔ پاکستان میں بینک میں کافی رقم ہو گی۔ شادی سے پہلے کی بھی تھی' بعد میں بھی جمع کرواتی رہی لیکن مجھے اماؤنٹ نہیں پتا۔۔۔ تمہیں ضرورت ہے کیا؟" اس نے یک دم سالار سے پوچھا۔
"نہیں۔۔۔ مجھے ضرورت نہیں ہے لیکن تمہیں شاید اب اسے استعمال کرنا پڑے بچوں کے لیے۔ یہاں سے پاکستان جائیں گے تو وہاں کتنا عرصہ پاپا کے پاس تمہیں بچوں کے ساتھ ٹھہرنا پڑے' مجھے ابھی اندازہ نہیں۔۔۔ چند مہینے ٹھہرنا پڑتا ہے یا چند سال' مجھے نہیں پتا۔" وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔
"وہاں پاپا کے پاس بچوں کی تعلیم کم از کم متاثر نہیں ہو گی۔۔۔ امریکہ میں میں فی الحال تم سب کو رکھنا افورڈ نہیں کر سکتا' خاص طور پر اب جب میری جاب ختم ہو رہی ہے اور میں اپنے ادارے کو لانچ کرنے کے پروسس میں بھی بے حد مسائل کا شکار ہوں اور اس پر یہ ٹیومر۔۔۔ ورلڈ بینک کی جاب کے ساتھ میڈیکل انشورنس بھی ختم ہو جائے گی جو امریکہ میں میری ہیلتھ انشورنس ہے' وہ کینسر ٹریٹمنٹ کور نہیں کرتی۔"
سالار نے ایک گہرا سانس لیا۔
"اس لیے میری سمجھ میں ہی نہیں آ رہا کہ میں کیا چیز کروں اور کیا نہیں۔"
"سالار! تم اس وقت صرف ایک چیز پر دھیان دو۔۔۔ اپنے آپریشن اور علاج پر۔۔۔ باقی ساری چیزیں ہو جائیں گی' بچوں کی تعلیم۔ تمہارا ادارہ۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ اور پیسوں کے بارے میں پریشان مت ہو۔ بہت کچھ ہے میرے پاس جو بیچا جا سکتا ہے۔۔۔"
سالار نے اسے ٹوک دیا۔ "نہیں' کوئی بھی چیز میں اب نہیں بیچوں گا۔ تمہارے پاس یہ سب کچھ ہونا چاہیے۔ میں گھر نہیں دے سکا تمہیں۔ تو کچھ تو ہونا چاہیے تمہارے پاس کہ۔"
امامہ نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "اب اس سے آگے کچھ مت کہنا۔۔۔ مجھ سے یہ مت کہنا کہ میں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مستقبل کا سوچوں۔۔۔ یہ سب کچھ میرے پاس ہو اور تم میرے پاس نہ ہو تو میں مستقبل کا کیا کروں گی۔"
پانی اس کے گالوں پر کسی آبشار کی طرح گر رہا تھا۔
"مستقبل کچھ بھی نہیں ہے سالار۔۔۔! جو ہے بس حال ہے۔ آج ہے آنے والا کل نہیں۔۔۔ پڑھ لکھ جائیں گے بچے۔۔۔ بہت اعلیٰ اسکولز میں نہیں بھی تو بھی۔۔۔ میں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے کل کے بارے میں۔" وہ روتی رہی تھی۔
"تمہیں پتا ہے امامہ! مجھے کس چیز کا رنج سب سے زیادہ ہے؟"
"سالار نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے آنسوؤں کو روکنے کے لیے وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ "تم ٹھیک کہتی تھیں کہ میں نے اپنی زندگی کا بہترین وقت سود پر کھڑے اداروں کے لیے کام کرتے کرتے گزار دیا۔ صرف کچھ سال پہلے میں نے کام کرنا شروع کیا ہوتا اپنے ادارے کے لیے تو آج یہ ادارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو چکا ہوتا۔۔۔ مجھے یہ بیماری تب ہوئی ہوتی تو مجھے یہ رنج نہ ہوتا کہ میں اپنے کیے کا ازالہ نہیں کر سکا۔ یہ بہت بڑا پچھتاوا ہے میرا۔۔۔ جو کسی طوق کی طرح میری گردن میں لٹکا ہوا ہے۔" وہ بے حد رنجیدہ تھا۔
"تم کیوں سوچ رہے ہو ایسے تم کوشش تو کر رہے ہو۔۔۔ محنت تو کر رہے ہو۔ اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش تو کر رہے ہو۔۔۔" وہ اس کی باتوں پر جیسے تڑپ اٹھی تھی۔
"ہاں، لیکن اب بہت دیر ہو گئی ہے۔"
"تم امید چھوڑ بیٹھے ہو؟"
"نہیں۔ امید تو نہیں چھوڑی لیکن۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے ہونٹ کاٹنے لگا "مجھے کبھی یہ لگا ہی نہیں تھا کہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ جب تک سب کچھ ٹھیک رہتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ ہر کام کر لیں گے۔ ہر کام ہو جائے گا۔۔۔ ہم وہ سارے کام پہلے کر لینا چاہتے ہیں جو ہمارے نفس کو پسند ہیں وہ سارے کام زندگی کے آخری حصے کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ میں بھی مختلف نہیں تھا۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔۔۔"
سالار اپنے ہاتھ مسل رہا تھا بے حد رنج کے عالم میں۔
"قرآن کہتا ہے نا کہ جب انسان جزا سزا کے لیے روز قیامت اللہ کے سامنے پیش ہو گا تو وہ پکار پکار کر کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے ایک بار دوبارہ دنیا میں لوٹا دے۔ ایک موقع اور دے اور اس بار میں تیری اطاعت کروں گا۔۔۔ گناہ سے دور رہوں گا۔۔۔ مجھ سے بہتر کوئی یہ سمجھ نہیں سکتا کہ وہ روز قیامت کیسی ہو گی وہ ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دینے کی پکار کیسی ہو گی۔ وہ ایک موقع اور مانگنے کی التجا کیا ہو گی۔"
اس کی آواز بھرا گئی تھی۔
"ایک بار میں نے مارگلہ کی پہاڑی پر ایک درخت سے بندھے آدھی رات میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے ایک موقع دے کہ میں گناہوں سے تائب ہو جاؤں۔ میں وہ نہ کروں جو کچھ میں کرتا رہا ہوں۔۔۔ اللہ نے مجھے موقع دیا اور میرا خیال تھا کہ میں سب گناہوں سے تائب ہو گیا۔۔۔ ایسا نہیں تھا۔۔۔ میں چھوٹے گناہوں سے تائب ہو کر بڑے گناہوں میں پھنس گیا تھا۔۔۔ اب ایک موقع میں اللہ تعالیٰ سے اور مانگنا چاہتا ہوں لیکن مجھ میں ہمت ہی نہیں۔۔۔ مجھے اللہ سے بہت شرم آنے لگی ہے۔"
سالار اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔
"اب میں صرف اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ میری زندگی نہیں صرف مجھے اس کام کی تکمیل کر لینے دے جو میں کرنا چاہتا ہوں اور اگر یہ کام میں نہ کر سکا تو پھر میری دعا ہے کہ یہ کام میری اولاد پایہ تکمیل تک پہنچائے اگر میں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہ رہا تو پھر تم جبریل کو ایک اکانومسٹ۔۔۔"
امامہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کیوں سوچتے ہو تم ایسے۔"
"سوچنا چاہیے امامہ۔"
"تم ہی کرو گے یہ کام سالار۔۔۔! کوئی اور نہیں کر سکے گا۔۔۔ تمہاری اولاد میں سے بھی کوئی نہیں۔۔۔ ہر کوئی سالار سکندر نہیں ہوتا۔"
وہ شاید زندگی میں پہلی بار اعتراف کر رہی تھی۔ اس کے غیر معمولی ہونے کا۔۔۔ اس کے خاص ہونے کا۔۔۔ اس کے تمام اعترافات اور اظہار ندامت کے باوجود۔۔۔ اس کی زندگی کے ہر نشیب و فراز سے واقف ہونے کے باوجود اسے یہ ماننے میں معمولی سا بھی شائبہ نہیں تھا کہ اس کا شوہر عام انسان نہیں تھا۔
سالار نے اس رات اس سے بحث نہیں کی تھی۔ اس کی اپنی ہمت جتنی ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ امامہ کی ہمت اس طرح توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک ہفتے بعد اسے ایک اور چیک اپ اور ٹیسٹ کے لیے امریکہ جانا تھا اور وہ مزید کسی بری خبر کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار بھی کر رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ممی! میں آپ کو سیب کاٹ کر لا کر دوں؟"
امامہ جبریل کی بات پر حیران ہوئی تھی گھر کے سامان کی پیکنگ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور وہ ہر روز تھوڑا تھوڑا سامان پیک کر کے اسٹور کرتی جا رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ گھر کے ایک کمرے میں اسی کام میں مصروف تھی جب جبریل نے اس کا ہاتھ بٹاتے بٹاتے یک دم اس سے کہا تھا۔ امامہ کی حیرانی بجا تھی۔۔۔ پھل کاٹ کر کھلانے کی آفر حمین کی طرف سے "تو نارمل" بات تھی لیکن جبریل اس طرح کے کام نہیں کرتا تھا نہ ہی وہ خود پھل کھانے کا شوقین تھا۔
"نہیں۔۔۔ تم کھانا چاہ رہے ہو تو میں تمہیں کاٹ دوں؟" امامہ نے جواباً اسے آفر کی۔
"نہیں۔" جبریل نے جواب دیا۔ وہ اس کمرے کی کھلی ہوئی وارڈ روب سے کپڑے نکال نکال کر امامہ کے قریب بیڈ پر رکھ رہا تھا جنہیں امامہ ایک بیگ میں رکھ رہی تھی۔ وہ شاید اتنے مہینوں میں پہلا موقع تھا جب امامہ کو تشویش ہوئی تھی۔ اس کے بچے اس کی پریشانی اور تکلیف کو محسوس کرنا شروع ہو گئے تھے اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی کئی مہینوں کے بعد اس نے جبریل کو غور سے دیکھا تھا۔۔۔ وہ ایک دو مہینے میں دس سال کا ہونے والا تھا اور وہ دس سال کا ہونے کے باوجود اپنے قد کاٹھ سے دس سال سے بڑا لگتا تھا۔ وہ شکل و صورت میں سالار کی نسبت اس سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا اور حمین سالار سے۔۔۔ لیکن اس کے دونوں بیٹوں کی آنکھیں سالار کی طرح تھیں۔۔۔ بڑی گہری۔ ذہانت سے چمکتی ہوئی۔۔۔ کوئی اگر کسی اور چیز سے نہیں تو آنکھوں سے یہ ضرور پہچان لیتا کہ وہ سالار سکندر کی اولاد تھے۔
"آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" جبریل نے ماں کی نظریں خود پر مبذول پا کر پوچھا تھا۔ وہ مسکرا دی۔
"تم بڑے ہو گئے ہو۔" جبریل نے کچھ جھینپ کر ماں کو دیکھا پھر ایک شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ ماں سے کہا۔
"تھوڑا سا۔"
"ہاں۔ تھوڑے سے۔۔۔ جلد ہی پورے بڑے بھی ہو جاؤ گے۔" وہ بیڈ پر پڑے کپڑے اٹھاتے ہوئے اس سے بولی۔
"لیکن میں بڑا ہونا نہیں چاہتا۔" بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے امامہ نے اسے کہتے سنا' وہ وارڈ روب کی ایک اور

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY